تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

جوہرِ انسانیت

یہ دنیا کوئی خودرو جنگل نہیں بلکہ یہ مالی کا لگایا ہوا آراستہ باغ ہے اور انسان اس باغ کا سب سے اعلیٰ پھول ہے، یہ پھول جو ہزاروں بہاروں کا سرمایہ ہے، بے مقصد نہیں کہ مَل دَل کر رہ جائے، انسان کے جوہرِ انسانیت کی اس خالق کے سوا کوئی قیمت نہیں لگا سکتا، اس کے اندر وہ لامحدود طلب، وہ بلند ہمت، وہ بلند پرواز روح اور وہ مضطرب دل ہے کہ ساری دنیا مل کر اس کی تسکین نہیں کر سکتی اور یہ سست عناصر دنیا اس کے ساتھ نہیں چل سکتی، اس کے لئے غیر فانی زندگی اور ایک لامحدود دنیا درکار ہے جس کے سامنے یہ زندگی ایک قطرہ اور یہ دنیا بازیچۂ اطفال ہے، وہاں کی راحت کے سامنے یہاں کی راحت اور وہاں کی تکلیف کے سامنے یہاں کی کوئی تکلیف حقیقت نہیں رکھتی اس لئے انسان کا فطری تقاضا خدائے واحد کی عبادت، اس کی خود شناسی رضائے الٰہی کی طلب اور اس کی زندگی اس کے لئے جدوجہد ہے، انسان کو کسی روح، کسی مخفی و فرضی طاقت، کسی درخت اور پتھر، کسی قسم کی دھات اور جمادات، کسی مال و دولت، کسی جاہ و عزت، کسی طاقت و قوت اور کسی روحانیت و عظمت کے سامنے بندوں کی طرح جھکنے اور سبزہ کی طرح پامال ہونے کی ضرورت نہیں، وہ صرف ایک بلندی کے سامنے سب سے زیادہ پست اور سب پستیوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بلند ہے، وہ سارے عالم کا مخدوم اور ایک ذات کا خادم ہے، اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرا کر اور اس کو اللہ کے سوا ہر ایک کے سجدہ سے منع کر کے ثابت کر دیا کہ کائنات کی طاقتیں جن کے فرشتے امین ہیں، اس کے سامنے سرنگوں اور سربسجود ہیں اور اس کا سر اس کے جواب میں اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ

ماخوذ از: کاروان مدینہ

۱۰ جولائی ۱۹۹۷ء | سالانہ سو روپے | فی شمارہ ۵ روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India) Rs. 5/-

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں

IZHAR AHMAD & SONS PERFUMERS CHOWK, LUCKNOW-3

SHOP. 241176
RES. 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR.8 60

فوٹوکرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی باورو دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ۔ کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن یوپی

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴ | ۱۰ر جولائی ۱۹۹۷ء - مطابق - ۵ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ | شمارہ نمبر ۱۷

زیر نگرانی:-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول:-
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت:-
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

تعاون

سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک:-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک:-
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— منیجر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

درس حدیث

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج حائل السعودیہ

ترجمہ ——— شمس الحق ندوی

یہ حدیث طیب و پاکیزہ چیزوں سے دور رہنے اور ترک کرنے کی دعوت نہیں دیتی، بلکہ ہمہ جہت دنیاوی زندگی میں اعتدال و توازن قائم رکھنے کا سبق سکھاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے بندہ کے تعلق کو مضبوط بنانے اور اس پر خوش رہنے کی دعوت دیتی ہے کہ لوگ مال و ثروت کے عیش و طرب میں کھو نہ جائیں، کہ اعلیٰ اقدار میں راہِ اعتدال اپنانے کی دولت سے محروم ہو جائیں کہ آنکھوں کو چکا چوندھ کر دینے والی غلط زیب و زینت ہی کے شکار ہو رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "إن مما أخاف عليكم من بعدي ما يفتح عليكم من زهرة الدنيا وزينتها" کا یہی مطلب ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کی زیب و زینت میں پھنس کر راہ اعتدال کا دامن چھوٹ نہ جائے۔

اس شخص نے کہا یہ خیر ہم کو جائز طریقے سے حاصل ہوتی جیسے مال غنیمت وغیرہ تو کیا خیر موجب شر ہوتی ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے جس کی تشریح اوپر ہو چکی کہ یہ بعید از عقل بات ہے کہ ایک چیز اچھی ہو اور اس کے نتائج برے نکلیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: "خیر حقیقی کے نتائج خیر ہی ہوتے ہیں پھر آپ نے فرمایا "أو خير هو" کیا وہ سراپا خیر ہی ہے؟ جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دنیا کی زیب و زینت جو تم کو حاصل ہوگی وہ خیر نہ ہوگی بلکہ امتحان و آزمائش ہوگی، جس کا مطلب اس طرح بیان کیا جائے گا کہ خیر شر کا موجب نہیں ہوتی، لیکن یہ دنیا کا حسن و جمال خیر نہیں (بلکہ امتحان ہے) کہ وہ یکسوئی کے ساتھ آخرت کی طرف متوجہ ہونے میں حائل ہو جاتی ہے۔ [1]

ازہری تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں اس کی دو مثالیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک شخص مال جمع کرنے ہی میں لگا رہتا ہے اور اس کے مصرف میں خرچ نہیں کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (إن مما ينبت الربيع ما يقتل) سے اسی شخص کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ موسم بہار گرم تاثیر رکھنے والی ہری بھری گھاس اگاتا ہے اور جانور اس کو خوب کھاتا ہے (اتنا کہ دست آنے لگتا ہے)۔

دوسری مثال اس شخص کی ہے جو اعتدال و میانہ روی اختیار کرتا ہے آپ کے ارشاد (إلا اكلة الخضر) سے اسی کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ خضر کی تاثیر گرم نہیں۔ قاضی عیاض تشریح کرتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میانہ رو اور حد سے تجاوز کرنے والے دو شخصوں کی مثال بیان کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ موسم بہار کی گھاس اچھی ہے اس پر جانور کی بقاء و تندرستی کا مدار ہے۔ لیکن بالکلیہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ بعض گھاسیں ایسی ہیں جو جانور کو مار ڈالتی ہیں یا موت سے قریب کر دیتی ہیں، تو اس جانور کی مثال جس کو خوب کھانے سے دست آنے لگیں اس کو ہیضہ ہو جائے، اس شخص کی سی ہے جو مال جمع کرتا جاتا ہے اور اس کو اس کے مصرف میں بھی نہیں خرچ کرتا ہے آپ نے یہ تربیت دینی چاہی کہ مال جمع کرنے میں اعتدال و میانہ روی بہتر ہے، پھر اس شخص کی مثال بیان فرمائی جس کا خوب مال جمع کرنا مفید ہوتا ہے اس کی مثال ہری گھاس جو کچھ پختہ ہو گئی ہو اس کے کھانے والے جانور سے دی ہے یہ مثال اس شخص کی ہے جو مال کو شرعی مصارف میں خرچ کرتا ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جانور بھر پیٹ کھانے پر اکتفا کرتا ہے اور پاخانہ کرتا ہے تندرست رہتا ہے ایسے وہ شخص جو مال جمع کرتا ہے اور خرچ کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ کا ارشاد "إن هذا المال خضرة حلوة" کے معنی ہیں کہ دنیا دیکھنے میں بڑی حسین اور سجی سجائی ہے۔ انباری کا کہنا ہے کہ "هذا المال خضرة حلوة" مال کے میٹھے اور خوش منظر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ مال کی صفت خوبی ہے بلکہ یہاں تشبیہ دینا مقصود ہے گویا آپ یہ فرما رہے ہیں جیسے جانور ہری ہری گھاس اور سبزہ پر جھپٹتا اور اس کو کھاتا ہے، اسی طرح انسان مال پر فدا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "وإن المال خضرة حلوة فنعم صاحب المسلم" اس بندۂ مومن کے لئے ہے جو اپنے مال میں سے مسکینوں، یتیموں اور اور مسافروں پر خرچ کرتا ہے اس سے اس مال کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور غریبی پر مالداری کو بہتر سمجھنے کا ثبوت ملتا ہے، واللہ اعلم۔ [1]

آپ کا ارشاد کہ "وإنه من يأخذه بغير حقه كالذي يأكل ولا يشبع ويكون شهيدا"

باقی صفحہ ۲۹ پر

[1] سنن النسائی شرح السیوطی و حاشیۃ السندی ج ۵

صحیح مسلم شرح نووی ج ۷

اس شمارے میں

۱	درسِ حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	انسانیت سے وحشت (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	رضائے رب (نعت)	خلیل پرتاپ گڈھی	۷
۴	دنیا بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۸
۵	آخری نبیؐ اور آخری کتاب	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۱
۶	انسانیت آج بھی اسی در کی محتاج ہے	مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶
۷	سچی محبت کی پہچان	مولانا برہان الدین سنبھلی	۱۹
۸	یورپ میں حفاظت قرآن	ثمیر الدین قاسمی (ٹونگھم)	۲۰
۹	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۲
۱۰	سیرت سلطان ٹیپو شہیدؒ	شمس الحق ندوی	۲۳
۱۱	شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ	علی احمد ندوی (ریاض)	۲۵
۱۲	فیض العلوم بستی کا اجلاس	مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری	۲۸
۱۳	دیکھ کر رنگِ چمن	ڈاکٹر علامہ اقبالؒ	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی
۲۔ فی کاپی =/۱۰ روپئے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم سینٹی میٹر Rs.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O. Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH-(K.S.A)

برطانیہ
MR. M. AKRAM NADWI
O.C.I.S.
St. cross college
Oxford 0x1 3TU-U.K.

ساؤتھ افریقہ
MR. M. YAHYA SALLO NADWI SB.
P.O. Box No. 388
Vereninging
(S. AFRICA)

قطر
MR. ABDUL HAI NADWI SB.
P.O. Box No. 10894
DOHA-QATAR

دبئی
MR. QARI ABDUL HAMEED NADWI SB.
P.O. Box No. 12525
DUBAI- (U.A.E.)

پاکستان
MR. ATAULLAH SB.
Sector A-50, Near sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (PAKISTAN)

امریکہ
DR. A.M. SIDDIQUI SB.
98-Conklin Ave
Woodmere
NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

شمس الحق ندوی

انسانیت سے وحشت

اس کائنات میں جب سے انسان کا وجود ہوا ہے، انسان برابر مادی وسائل و ذرائع میں ترقی کے مراحل طے کرتا رہا ہے تہذیب و تمدن بنتے اور بگڑتے رہے ہیں، قوموں کا عروج و زوال ہوتا رہا ہے، انسان کو اس کے خالق نے ایسی صلاحیتیں عطا کی ہیں کہ وہ اپنی کاوش کے ذریعہ اپنے راحت و آرام کے لئے اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے اسباب و وسائل ایجاد کرتا رہا ہے، یہ قوت و طاقت اس کے اندر فطری طور پر ودیعت کر دی گئی ہے اس کے لئے اسے ترغیب کی ضرورت نہیں پیش آئی وہ از خود اس راہ پر چلتا رہا ہے اور آج بھی پوری تیزی کے ساتھ چل رہا ہے۔

البتہ انسان ہمیشہ اس بات کا محتاج رہا ہے کہ اس کو ان چیزوں کے استعمال اور ان سے فائدہ اٹھانے کے وہ اصول و احکامات بتائے جائیں جن کی روشنی میں چل کر وہ ایسی زندگی گذارے جس میں کالے گورے، امیر و غریب کے فرق کو مٹا کر سب کو باعزت زندگی گذارنے کا حق حاصل ہو اور اس کو یہ باور کرایا جائے کہ اس کی یہ زندگی عارضی اور ناپائدار ہے، اس زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی شروع ہونے والی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے، لہٰذا انسان اس عارضی زندگی کے جھمیلوں، اس کی فوری اور نقد لذتوں کے حصول میں ان اصولوں کی رعایت کرے جن کی رعایت کرنے سے بعد والی دائمی اور ابدی زندگی میں ہمیشہ ہمیش کا چین و آرام نصیب ہو، جس کا ان اصولوں کی پابندی کے صلہ میں اس سے وعدہ کیا گیا ہے۔

یہ اصول انسانوں کو ان بلند کردار اور محب انسانیت لوگوں کے ذریعہ پہونچائے جاتے ہیں جن کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے، اور اس کی آخری کڑی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے پیغام اور جن کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق انسانوں کی رہنمائی کے لئے قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس روئے زمین پر آنے والے سارے نبیوں کی تعلیمات، صحیفے اور کتابیں مٹ گئیں اب ان کا کوئی حصہ اپنی صحیح شکل میں محفوظ نہیں رہا، اب جو مذاہب پائے جاتے ہیں وہ بعد کے لوگوں کی من مانی تشریح اور ایسی تحریف و تبدیلی کے ساتھ پائے جاتے ہیں جو ان کی خواہشات نفسانی سے میل کھاتے ہوں نبیوں کی تعلیم سے ان کا کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، اسی لئے آج کے بگڑے ہوئے ماحول میں اور تیزی کے ساتھ گراوٹ و پستی کی طرف بھاگنے والے انسانوں کے غول کے لئے ان سے کوئی روشنی نہیں ملتی ہے۔

اب اگر انسانوں کے لئے کوئی رہنما کتاب اور عملی مثالیں اور نقوش موجود ہیں تو وہ قرآن کریم اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تربیت یافتہ آپ کے اصحاب کرام کے نقوش حیات ہیں، آپ کا لایا ہوا یہ نظام حیات اسلام کے نام سے اور اس کو ماننے اور اس کی طرف بلانے والے لوگ مسلمان کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اسی نظام زندگی کو انسانیت کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ اور اس نظام زندگی کو ماننے اور اپنانے والوں کو سب سے بڑا مجرم گردانا جا رہا ہے، اور ان کو ناکام ثابت کرنے کے لئے آج کا میڈیا عالمی پیمانے پر سرگرم عمل ہے، اس نظام زندگی اور اس کے ماننے اور اپنانے والوں کو ایسا خوفناک بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور ذرائع ابلاغ اور نشر و اشاعت کی پوری طاقت کو اس پر اس طرح لگا دیا گیا ہے کہ جیسے انسانیت کی کامیابی اور فلاح کا یہ راستہ ہی انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے اور حیرت اس پر ہوتی ہے کہ آج

اس ترقی یافتہ اور بے شمار ذرائع معلومات کے دور میں اسلام اور مسلمان دشمنی میں بلکہ یوں کہئے کہ انسان دشمنی میں ایسی باتیں کہی جاتی ہیں جن کا کوئی سر پر نہیں۔

بعض لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں رفاہی کاموں کے کرنے کا کوئی جذبہ نہیں ہوتا یہ کتنی بعید از حقیقت بات ہے اسلامی تعلیمات میں دوسروں کی راحت رسانی کے لئے خرچ کرنے پر جتنا زور دیا گیا ہے کسی اور مذہب میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یہاں تو ہر مسلمان پر جس کے پاس ایک متعین مقدار میں مال موجود ہو اور سال بھر موجود رہے اس میں سے ایک مقررہ مقدار نکالنا اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرنا فرض ہے۔ ہمارے موجودہ قانون میں تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مقروض ہے اور قرض نہیں ادا کر سکتا تو قرض دینے والا اس پر مقدمہ دائر کر کے قرض مع سود در سود وصول کرنے کا فیصلہ عدالت سے لے لے گا اور اس شخص کے پاس مکان، جائداد جو کچھ بھی ہوگا بیچ کر اپنا مطالبہ حاصل کرے گا، چاہے مقروض کے بچے بھوکوں مریں، اور مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم قرض دار کو مہلت دو جب اس کے حالات درست ہو جائیں تب وصول کرو اور وہ بھی صرف اصل، سود کا تو کوئی سوال ہی نہیں، مزید یہ شوق دلایا جاتا ہے کہ اگر قرض دار پریشان حال ہو تو اسے معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے اور بہتر ہے، یہی نہیں بلکہ زکوٰۃ جو اسلام میں ہر صاحب حیثیت مسلمان پر فرض ہے وہ زکوٰۃ اس شخص کو بھی دی جا سکتی ہے جو قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر سکے، یہ صرف ایک مثال و نمونہ ہے دوسروں پر خرچ کرنے کی اسلامی تعلیمات کا اس کی تفصیلات تو حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً مسلمان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر تم کوئی کنواں بنوا دو، باغ لگوا دو، اسپتال کھول دو جس سے لوگوں کو فائدہ پہونچے تو جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی تم کو ثواب ملتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں اوقاف کی بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے اور مسلمانوں نے جو رفاہی کام کئے ہیں وہ مستقل مضمون بلکہ کتاب کے متقاضی ہیں، اور اس وقت علاوہ رفاہی کاموں کے مسلمانوں کے جو بڑے بڑے ادارے اور مختلف سوسائٹیاں قائم ہیں، وہ کس بات کا ثبوت ہیں پھر بھی یہ کہنا کہ مسلمانوں میں رفاہی کاموں کا جذبہ نہیں ہوتا کیا سورج کو کالے طوے سے تشبیہہ دینے کے مترادف نہیں، اور اس سب کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا ہو، ان کی نئی نسل اپنے کو دنیا کی پست ترین اور ذلیل ترین قوم کا فرد سمجھ کر اپنے کو ہر ذلت کے برداشت کرنے کا مستحق سمجھے۔

حیرت جدید تعلیم یافتہ مسلم طبقہ پر ہوتی ہے جو اس بے سروپا پروپیگنڈے سے متأثر ہوتا ہے اور اپنی حقیقت کو جاننے پہچاننے کی فکر کرنے کے بجائے مغرب اور مغربی تہذیب پر فریفتہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ بات بھی بڑے زور و شور سے کہی جاتی ہے کہ قرآن میں صرف مار کاٹ کا حکم ہے حالانکہ یہ اسلام کی وہ دو فعہ ہے جو کسی بھی قانون میں باغیوں اور قانون شکنی کرنے والوں کے لئے ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ قدرتی چیزوں میں سے جو چیزیں انسانوں کے لئے مفید ہیں اور مفید بنائی جا سکتی ہیں ان کا قرآن مجید یا اسلامی تعلیمات میں کہیں ذکر نہیں یہ کیسی بے خبری کی بات ہے جس کا پروپیگنڈہ کر کے اسلام و مسلمانوں کو بدنام کیا جاتا ہے قرآن کریم اور قرآن کریم لے کر آنے والے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں ان چیزوں کا بکثرت ذکر ہے، قرآن کریم کہتا ہے:

"وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ"

آج دنیا نے مشینری کی جتنی بھی ترقی کی ہے ایک سوئی سے لے کر جمبو جٹ تک کیا اس آیت میں اس کی طرف اشارہ نہیں، اسی طرح سے پھل فروٹ، غلے انسانوں کو راحت پہونچانے والے جانور آسمان سے اترنے والی بارش، پہاڑ، دریا سبھی کا تو قرآن مجید میں ذکر ہے پھر یہ کہنا کہ قرآن ان چیزوں کا تذکرہ نہیں کرتا کتنی دیدہ دلیری کی بات ہے۔

اسی طرح سے آزادی آزادی کا شور مچا کر اسلام کو مجرم گردانا کہ اس میں آزادی نہیں کیسی دور از حقیقت بات ہے، انسان اپنی انسانی سطح سے بہت نیچے گر کر جو چاہے کرے، وہ ننگا رہے، ہر اصول و ضابطہ کو توڑے، بد اخلاقی و بے حیائی کا کھلے عام مظاہرہ کرے، ساری اخلاقی قدروں کو پامال کرے، مکر و فریب کے جتنے طریقے ہو سکتے ہیں، سب اختیار کرے اس کا تو نام آزادی ہے۔

لیکن اگر کوئی شریف انسان چوری، جھوٹ، دغابازی سے بچے، شرم و حیا کی انسانی فطرت پر چلے اور چلنے کو کہے تو یہ عین آزادی کے خلاف ہے۔ اگر کوئی عورت بے حجابانہ و بے باکانہ حرکات کا مظاہرہ کرے، جس کو چاہے اپنے دام فریب میں پھانس کر معاشرہ و سوسائٹی کی پیشانی کو داغدار کرے تو عین آزادی ہے، جس کی بھٹی میں اس وقت پورا یورپ جل رہا ہے لیکن اگر کوئی عورت اپنے چہرے پر نقاب ڈال لے، اپنے حسن و جمال کو غیروں سے چھپانا چاہے تو یہ بالکل آزادی کے خلاف ہے، آزادی تو اس کا نام ہے کہ عورت کی غیرت نسوانی اس کو اپنی عصمت و عفت بچانے کے جن طریقوں پر چلائے ان پر وہ چلے نہ یہ کہ اس کو اپنی شرم و حیا کو خیرباد کہنے پر مجبور کیا جائے۔

جب مجبور کیا جائے تو پھر آزادی کہاں رہی، انسانی روپ میں رہنے کو تو قید و بند سے تعبیر کیا جائے اور حیا و شرم کی بلندی سے اتر کر بے حیائی میں جانوروں کا روپ اپنانے کو آزادی سے تعبیر کیا جائے اور پورے میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو اسی پر لگا دیا جائے۔ ع

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے

اس وقت میڈیا کی پوری طاقت سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ باور کرانے، فلموں اور ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دہشت گردی کو عام کرنے میں لگی ہوئی ہے اور اس کے کڑوے پھل کھل کر سامنے آ رہے ہیں، لیکن اس کو دہشت گردی نہیں کہا جاتا، بلکہ دہشت گرد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ان چیزوں کو غلط کہتے ہیں ان چیزوں کو انسانیت کی ہلاکت و بربادی کا سبب گردانتے ہیں ع

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اس وقت دنیا کا سب سے ترقی یافتہ اور مہذب ترین ملک امریکہ کہلاتا ہے امریکہ کے ایک علاقہ مرسیلز کی ۲۹ر جون کی تازہ خبر پڑھ لیجئے اور داد دیجئے آزادی کے ان متوالوں کو اور امن کے ان علمبرداروں کو۔

"پولیس کی اطلاع کے مطابق کل ۲۹ر جون ۹۷ء کو ایک شخص نے اپنی سابقہ معشوقہ کو گولی مار کر ہلاک کیا اور اس کی لاش کو بذریعہ کار اس کی بہن کے گھر لے گیا، وہاں اس نے مزید تین افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ایک ۱۳ سالہ لڑکی کی آبروریزی کی، مرسیلز کے پولیس چیف جیری اسٹیونسن کے مطابق ۱۳ سالہ لڑکی کی آبروریزی کرنے کے بعد چارلس اسمتھ نام کے اس ملزم نے خودکشی کر لی۔" (قومی آواز ۳۰ر جون ۹۷ء)

یہ ہم نے تازہ واقعہ کی مثال دی، امریکہ میں بن بیاہی ماؤں کے اعداد و شمار، مطلقہ عورتوں کی فہرست، لاکھوں کی تعداد میں اغوا ہونے والی عورتوں کی حیرت انگیز تفصیلات برابر سامنے آتی رہتی ہیں، کیا کبھی میڈیا نے اس پر کوئی شور مچایا؟ لیکن اگر کسی مسلم ملک میں کوئی غیر معمولی سا واقعہ پیش آ جائے تو اس کو اتنا دہرایا جاتا ہے، اس کو مختلف عنوانوں سے اتنی بار سامنے لایا جاتا ہے جیسے اس کے سوا اب انسانیت کے لئے کوئی خطرہ ہی نہیں رہا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آزادی کے اس گمراہ کن نعرہ نے ان کو اخلاقی گراوٹ کی اس منزل پر پہونچا دیا ہے کہ ان کو اب انسانیت سے وحشت ہونے لگی ہے۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز
حرمین
اردو کاپی
NOTE BOOK
ملنے کا پتہ:
مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر [illegible] ری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

رضائے رب میں ہے رحمت کا سایا

خلیل پرتاپ گڈھی

ترے محبوب کا رتبہ خدایا
سمجھ میں "اُدْنُ مِنِّیْ"[1] سے ہی آیا

کسی کی خواہشوں پر "لَنْ تَرَانِیْ"
کسی کو یوں قریب اپنے بلایا

درِ محبوب پر دیکھا تھا جو کچھ
اسے ہم نے نگاہوں میں بسایا

معطر سی فضا دلکش وہ منظر
ہے اب بھی دیدہ و دل میں سمایا

عجب سی کیفیت طاری تھی اس دم
جو کہنا چاہتا تھا کہہ نہ پایا

نہیں تھی تاب مجھ میں دیکھنے کی
مگر اللہ نے جو کچھ دکھایا

عزیز از جاں در اقدس کی ہر شئے
ہر اک ذرہ کو آنکھوں سے لگایا

وہاں جنت کی کیاری میں پہونچ کر
بتاؤں کس طرح کیا کچھ نہ پایا

ہوا محسوس کوئی کہہ رہا ہے
رضائے رب میں ہے رحمت کا سایا

ابوبکر و عمر، عثمان، حیدر
یہ سچ ہے سب نے حق اپنا نبھایا

خلیل اس عشق کا ہے پوچھنا کیا
کہ جس نے آگ کو گلشن بنایا

[1] اور قریب آؤ۔ تھی شب معراج یہ حق کی ندا ——— یا محمدؐ "اُدْنُ مِنِّیْ" مرحبا

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

دنیا بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذرا چودہ سو برس پہلے کی دنیا پر نظر ڈالئے، اونچی اونچی عمارتوں، سونے چاندی کے ڈھیروں اور زرق برق لباسوں کو چھوڑ دیجئے، یہ تو آپ کو پرانے تصویروں کے مرقع اور مردہ عجائب خانہ میں بھی نظر آجائیں گے، یہ دیکھئے کہ انسانیت بھی کبھی جیتی جاگتی تھی، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھر کر دیکھ لیجئے اور سانس روک کر آہٹ لیجئے کہیں اس کی نبض چلتی ہوئی اور اس کا دل دھڑکتا ہوا معلوم ہوتا ہے؟

زندگی کے سمندر میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھائے جارہی تھی، انسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے سور اور بھیڑیے بکریوں اور بھیڑوں کو کھارہے تھے، بدی نیکی پر، رذالت شرافت پر، خواہشات عقل پر، پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آچکے تھے، لیکن اس صورت حال کے خلاف اتنی لمبی چوڑی زمین پر کہیں احتجاج نہ تھا، انسانیت کی جھڑی پیشانی پر غصہ کی کوئی شکن نظر نہیں آتی تھی، ساری دنیا ظلم کی ایک منڈی بن چکی تھی، بادشاہ وزیر، امیر و غریب، اس منڈی میں سب کے دام لگ رہے تھے اور سب کوڑیوں میں بک رہے تھے، کوئی ایسا نہ تھا، جس کا جوہر انسانیت خریداروں کے حوصلے بلند ہو اور جو پکار کر کہے کہ یہ ساری فضا میری ایک اڑان کے لئے کافی نہیں، یہ ساری دنیا اور یہ پوری زندگی میرے حوصلے کم تھی، اس لئے ایک دوسری ابدی زندگی میرے لئے پیدا کی گئی؟

میں اس فانی زندگی اور اس محدود دنیا کی ایک چھوٹی سی کسر پر اپنی روح کو کس طرح فروخت کرسکتا ہوں؟ قوموں اور ملکوں کے اور ان سے گزر کر قبیلوں اور برادریوں کے اور ان سے آگے بڑھ کر کنبوں اور گھرانوں کے، چھوٹے سے چھوٹے گھروندے بن گئے تھے، اور بڑے بڑے بلند ہمت انسان جن کو اپنی سرفرازی اور سربلندی کے بڑے اونچے دعوے تھے باشتیوں کی طرح ان گھروندوں میں رہنے کے عادی بن چکے تھے، کسی کو ان میں تنگی اور گھٹن محسوس نہیں ہوتی تھی، اور کسی کو اس سے زیادہ وسیع تر انسانیت کا تصور باقی نہیں رہا تھا، زندگی ساری سود و سودا اور مکر و فن میں گھر کر رہ گئی تھی۔

انسانیت ایک سرد لاشہ تھا، جس میں کہیں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی، انسانیت کی سطح پر خودرو جنگل اگ آیا تھا، ہر طرف جھاڑیاں تھیں جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے، یا دلدلیں تھیں، جن میں جسم سے لپٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں، اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور، ہر طرح کا شکاری پرندہ، اور ان دلدلوں میں ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی، لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا، جو آدمی تھے وہ غاروں کے اندر، پہاڑوں کے اوپر اور خانقاہوں اور عبادت گاہوں کی خلوتوں میں چھپے ہوئے تھے اور اپنی خیر منا رہے تھے یا زندگی میں رہتے ہوئے زندگی سے آنکھیں بند کرکے فلسفے سے اپنا دل بہلا رہے تھے یا شاعری سے اپنا غم غلط کر رہے تھے اور زندگی کے میدان میں کوئی مرد میدان نہ تھا۔

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رو دوڑی، نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے ہوئے محسوس ہوئے، قدیم سیرت نگار اس کو اپنی زبان خاص میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہ ایران کے محل کے کنگرے گرے اور آتش پارس ایک دم بجھ گئی، زمانۂ حال کا مؤرخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا، اس کی اس ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے، ان میں زلزلہ آیا، مکڑی کا ہر جالا ٹوٹتا اور تنکوں کا ہر گھونسلہ بکھرتا نظر آیا، زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو پیغمبر کی آمد آمد سے کسریٰ و قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہ ہوگا؟ زندگی کا یہ گرم خون جو انسانیت کے سرد جسم میں دوڑا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا واقعہ ہے، جو متمدن دنیا کے قلب مکہ معظمہ میں پیش آیا۔

آپ نے دنیا کو جو پیغام دیا اس کے مختصر لفظ زندگی کی تمام وسعتوں پر حاوی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ انسانی زندگی کی جڑیں اور اس کے جھوٹے قصر زندگی کی بنیادیں کبھی اس زور سے نہیں ہلائی گئیں جیسی اس پیغام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اعلان سے ہلائی گئیں اور دنیا کے کند ذہن پر کبھی ایسی چوٹ نہیں پڑی تھی جیسے ان لفظوں سے پڑی، وہ غصہ سے تلملا گیا اور اس نے جھنجھلا کر کہا "أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ"

(کیا ان سب کو جن کی ہم پرستش کرتے تھے اور جن کے ہم بندے بنے ہوئے تھے، اڑا کر ایک ہی معبود مقصود رکھا ہے؟ یہ تو بڑے اچنبھے کی بات ہے)

اس ذہن کے نمائندوں نے فیصلہ کیا کہ یہ ہمارے نظام زندگی کے خلاف ایک گہری اور منظم سازش ہے اور ہم کو اس کا مقابلہ کرنا ہے "وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ" (ان کے سردار اور ذمہ دار ایک دوسرے کے پاس گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یہ تو کوئی طے کی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے۔

یہ نعرہ زندگی اور انسانیت کے پورے تصور پر ایک کاری ضرب تھی، جو ذہن کے پورے سانچہ اور زندگی کے پورے ڈھانچہ کو متاثر کرتی تھی اس کا مطلب تھا جیسا کہ آج تک سمجھا جاتا رہا، یہ دنیا کوئی خودرو جنگل نہیں بلکہ یہ مالی کا لگا یا ہوا آراستہ باغ ہے اور انسان اس باغ کا سب سے اعلیٰ پھول ہے، یہ پھول جو ہزاروں بہاروں کا سرمایہ ہے بے مقصد نہیں کہ مل دل کر رہ جائے، انسان کے جوہر انسانیت کی اس خالق کے سوا کوئی قیمت نہیں لگا سکتا، اس کے اندر وہ لامحدود طلب، وہ بلند ہمت وہ بلند پرواز روح اور وہ مضطرب دل ہے کہ ساری دنیا مل کر اس کی تسکین نہیں کرسکتی اور یہ سست خرام دنیا اس کے ساتھ نہیں چل سکتی، اس کے لئے غیر فانی زندگی اور ایک لامحدود دنیا درکار ہے جس کے سامنے یہ زندگی ایک قطرہ اور یہ دنیا بازیچۂ اطفال ہے، وہاں کی راحت کے سامنے یہاں کی راحت اور وہاں کی تکلیف کے سامنے یہاں کی کوئی تکلیف حقیقت نہیں رکھتی اس لئے انسان کا فطری تقاضا خدائے واحد کی عبادت، اس کی خوشنودی رضائے الٰہی کی طلب اور اس کی زندگی اس کے لئے جدوجہد ہے، انسان کو کسی روح، کسی مخفی و فرضی طاقت کسی درخت اور پتھر، کسی قسم کی دھات اور جمادات کسی مال و دولت، کسی جاہ و عزت، کسی طاقت و قوت اور کسی روحانیت و عظمت کے سامنے نہ جھکنے اور سبزہ کی طرح پامال ہونے کی ضرورت نہیں، وہ صرف ایک بلندی کے سامنے سب سے زیادہ پست اور سب پستیوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بلند ہے، وہ سارے عالم کا مخدوم ہے، ایک ذات کا خادم ہے، اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرکر اور اس کو اللہ کے سوا ہر ایک کے سجدہ سے منع کرکے ثابت کردیا کہ کائنات کی طاقتیں جن کے فرشتے امین ہیں اس کے سامنے سرنگوں اور سربسجود ہیں اور اس کا سر اس کے جواب میں اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

دنیا کا ذہن اتنا مثل ہو چکا تھا کہ وہ ادیت و محسوسات اور جسم اور پیٹ کے حدود سے باہر آسانی سے کام نہیں کرسکتا تھا، انھوں نے کچھ پیمانے بنا رکھے تھے، ہر نئے شخص کو اس پیمانے سے ناپتے تھے، زندگی کی جو چھوٹی چھوٹی بلندیاں بن چکی تھیں، ہر بلند انسان کو انھیں کے سامنے لاکر دیکھتے تھے، انھوں نے بڑے غور و فکر اور ذہانت سے کام لیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے آگے نہ سوچ سکے کہ یا تو وہ مال و دولت کے بیمار داری و بادشاہی کے یا عیش و عشرت کے طالب ہیں، انصاف کیجئے تو اس وقت تک دنیا کا تجربہ اس سے زیادہ اور کیا تھا اور اس نے اپنے زمانہ کے حوصلہ مندوں اور شہسواروں کی اس سے بلند پرواز کب دیکھی تھی؟ انھوں نے آپ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا، یہ دراصل اس عصر کے ذہن و دماغ اور نفسیات کی سچی نمائندگی اور اس نے جو کچھ کہا وہ زمانہ کے احساسات کی صحیح ترجمانی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کا جواب دیا وہ نبوت کی صحیح نمائندگی اور امت مسلمہ کی حقیقت کا اصلی اظہار تھا، آپ نے ثابت کردیا کہ آپ ان میں سے کسی چیز کے طالب نہیں، آپ جس چیز کے داعی ہیں وہ ان کی ان بلند چیزوں سے اس سے بھی زیادہ اونچی ہے، جتنا آسمان اس سے، آپ اپنی ذاتی راحت اور ترقی کے لئے فکرمند نہیں بلکہ نوع انسانی کی نجات اور اس کی راحت کے لئے بے چین ہیں، آپ اس دنیا میں اپنے لئے کوئی مصنوعی جنت بنانے کے خواہش مند نہیں بلکہ جنت سے نکالے ہوئے انسان کو حقیقی جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل کرنا چاہتے ہیں، آپ اپنی سرداری کے لئے کوشاں نہیں بلکہ تمام انسانوں کو انسان کی غلامی سے نکال کر بادشاہ حقیقی کی غلامی میں داخل کرنا چاہتے ہیں، اسی بنیاد پر یہ امت بنی اور یہی پیغام لے کر دنیا میں پھیل گئی، اس کے سفیروں نے جو اپنے اندر دعوت کی سچی روح اور اسلام کی صحیح زندگی رکھتے تھے، کسریٰ اور قیصر کے بھرے دربار میں صاف کہہ دیا کہ ہم کو اللہ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے کہ ہم اس کے بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت میں اور مذاہب کی ناانصافی سے نکال کر اسلام کے انصاف میں داخل کریں، ان کو جب اپنے اصولوں پر حکومت قائم کرنے اور چلانے کا موقع ملا تو وہ جو کچھ کہتے تھے، اور جس کی دوسروں کو دعوت دیتے تھے، اس کو جاری کرکے دکھا دیا، ان کی معیاری حکومت کے زمانہ میں کسی انسان کی بندگی نہیں ہوتی تھی، بلکہ اللہ کی بندگی ہوتی تھی، کسی انسان یا جماعت کا حکم نہیں چلتا تھا، بلکہ اللہ کا حکم چلتا تھا، ان کا حاکم جس کو وہ خلیفہ کہتے تھے، معمولی سی انسانی تحقیر پر کہہ اٹھتا تھا کہ لوگ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے، تم نے ان کو کب سے غلام بنالیا؟ ان کا بڑے سے بڑا حاکم بڑی بڑی بادشاہتوں کے دارالسلطنت میں اس شان سے رہتا تھا کہ لوگ اس کو مزدور کچھ کر اس کے سر پر بوجھ رکھ دیتے تھے، اور وہ اس کو ان کے گھر پہونچا آتا تھا، ان کا دولت مند انسان اس طرح زندگی گزارتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس زندگی

اور اس کی راحت کو راحت ہی نہیں سمجھتا اس کی نظر کسی اور زندگی پر ہے، اور اس کو طلب کسی اور راحت کی ہے۔

اس امت کا وجود دنیا کے ہر گوشہ میں مادی حقیقتوں اور جسمانی لذتوں کے علاوہ ایک بالکل دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان ہے اس کا ہر فرد پیدا ہو کر بھی اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی طاقتوں سے بڑی ایک دوسری طاقت ہے اور اس زندگی سے زیادہ حقیقی دوسری زندگی ہے، وہ دنیا میں آتا ہے تو اس کے کان میں اسی حق کی اذان دی جاتی ہے، مرتا ہے تو اسی شہادت و مظاہرہ کے ساتھ اس کو رخصت کیا جاتا ہے، جب اس دنیا پر بے حسی اور موت کا سکوت طاری ہو جاتا ہے اور شہر کی ساری آبادی معاش کی جدوجہد میں سرتاپا غرق ہو جاتی ہے اور دنیا میں مادی ضرورتوں کے علاوہ کوئی اور ضرورت اور محسوس حقیقتوں کے علاوہ کوئی اور حقیقت جیتی جاگتی نظر نہیں آتی، اس کی وہی اذان اس طلسم کو توڑ دیتی اور اس کا اعلان کرتی ہے کہ نہیں جسم اور پیٹ سے زیادہ لیک دوسری روشن حقیقت ہے اور وہی کامیابی کی راہ ہے "حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح" بازار کا شور اس نعرۂ حق کے سامنے دب جاتا ہے اور سب حقیقتیں اس حقیقت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور اللہ کے بندے اس آواز پر دیوانہ وار دوڑ پڑتے ہیں، جب رات کو پورا شہر میٹھی نیند سوتا ہے اور یہ جیتی جاگتی دنیا ایک وسیع قبرستان ہوتی ہے دفعتاً موت کی اس بستی میں زندگی کا چشمہ اس طرح ابلتا ہے جس طرح رات کی سیاہی میں صبح کی سپیدی نمودار ہو "الصلوٰۃ خیر من النوم" سے اونگھتی سوتی انسانیت کو تازگی اور زندگی کا نیا پیغام ملتا ہے، جب کسی طاقت و سلطنت کا کوئی فریب خوردہ "انا ربکم الاعلیٰ" (میں تمہارا سب سے اونچا پروردگار ہوں اور "ما لکم من الٰہ غیری" (میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) کا نعرہ لگاتا ہے تو ایک غریب مؤذن اسی کی مملکت کی بلندیوں سے "اللہ اکبر" کہہ کر اس کے دعوائے خدائی کا تمسخر اڑاتا ہے اور "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ" کہہ کر حقیقی بادشاہت کا اعلان کرتا ہے، اس طرح دنیا کا مزاج بے اعتدالی سے اور اس کا دماغ بہکنے سے محفوظ رہتا ہے۔

اس عرفان، ایمان اور اعلان کا چشمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تعلیم و دعوت ہے، اور اب یہی عرفان، ایمان اور اعلان دنیا کی حیات نو کا سرچشمہ اور ہر صحیح و صالح انقلاب کا واحد ذریعہ ہے

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

ملنے کا پتہ
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ
مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

تعمیر حیات
اپنی نئی نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی
کی اہم پیش کش
سیرت سلطان ٹیپو شہید
از:-
محمد الیاس ندوی
استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل
سائز ۲۰×۲۶ ـــــ صفحات ۶۰۰ ـــــ قیمت =/۱۰۰ روپئے
ملنے کے پتے:- مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ الفرقان بکڈپو نظیر آباد لکھنؤ۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

اللہ کے آخری نبیؐ اور خدا تعالیٰ کی آخری کتاب

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے خالق و پروردگار کو ماننے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اپنی زندگیوں کو اس کی مرضیات کے مطابق بنانے کی کوشش کرنے کی ضرورت اور طریقہ بتانے کے لیے انبیاء بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں اور ان تینوں میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب قرآن مجید اس خصوصیت کے ساتھ بھیجی کہ قیامت تک ہدایت و دینی رہنمائی کا ذریعہ یہی نبی اور یہی آسمانی کتاب رہے گی، اب ان کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی آسمانی کتاب اتاری جائے گی اللہ تعالیٰ نے اس طرح اپنے احکام شریعت اور دینی ہدایات کو ان ہی پر مکمل فرما دیا۔ اور اس تکمیل دین کے بعد قیامت تک کسی ترمیم و تبدیلی کی ضرورت نہیں رکھی، اور یہ طے فرما دیا کہ اب قیامت تک اسی کتاب ہدایت یعنی قرآن مجید سے ہر انسان کو روشنی لینا ہوگی اور اسی رسول اکرمؐ کی تعلیمات اور اعمال سے کسب فیض کیا جائے گا اور اسی بناء پر آپ سے پہلے کے سب نبیوں کے آپ خاتم بنائے گئے ہیں اور ان کے لائے ہوئے پیغام دین کے تکمیل کرنے والے مقرر ہوئے ہیں اور آپ پر نازل کی ہوئی کتاب سماوی قرآن مجید تمام صحف سماوی کی جگہ لینے والی اور ان کے کام کو مکمل کرنے والی کتاب قرار پائی انسانوں کے لیے اپنے پروردگار کو راضی کرنے کے معاملہ میں اب قیامت تک اور شریعت دینی ہی مرجع ہیں۔

قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے اور خود خدا تعالیٰ کا کلام ہونے کی بنا پر اہل ایمان کے لیے یہ سمجھنے کی بات ہے کہ وہ قرآن مجید سے فیض اٹھاتے وقت، اور اس سے تعلق قائم کرتے ہوئے اس بات کا دھیان ضرور رکھیں کہ وہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کا حرف بہ حرف نیکی دلانے والا ہے، لہٰذا اس کو پڑھنے والا جب اس کو پڑھے تو اس اہتمام سے پڑھے کہ وہ خدا کا کلام مقدس ہے جس کو پڑھنے والا اپنی زبان سے ادا کر رہا ہے اس طرح اس کو ایک بے انتہا عزت اور برکت حاصل ہو رہی ہے اپنے پروردگار کی مرضیات معلوم ہو رہی ہیں

قرآن مجید جو رب العالمین کا کلام ہے اور ایک نعمت عظیمہ خدا کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و پیری نعمت عظیمہ جن کے اقوال و اعمال آپ کی حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کے فائدہ اور نمونے کے لیے منتخب کیا اور ان کی شخصیت کو اتنا مکمل اور خوبیوں سے معمور اور دل آویز بنایا کہ اس کی نظیر انسانوں کی پوری نسل میں نہیں، اور آپ کی شخصیت کی عظمت اور دل آویزی صرف سن لینے یا پڑھ لینے پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کی شخصیت سے محبت و تعلق استوار کرنے ان کے ارشادات کی پیروی اور آپ کی سنتوں اور طریقوں کی نقل کی تاکید کی گئی ہے۔ آپ سے محبت و تعلق قائم کرنے کے سلسلے میں آپ کا قول ہے کہ "لن یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" تم میں سے کوئی صحیح مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ سے محبت کا تعلق، اپنے باپ اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ نہ ہو اور قرآن مجید میں ہے کہ "فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما" تمہارے رب کی قسم یہ لوگ صحیح مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے آپ کے پاس نہ آئیں، پھر جو فیصلہ آپ دیں، اس فیصلہ کے سلسلہ میں اپنے دلوں میں ذرا تردد محسوس نہ کریں، اور پیروی کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تلقین ہے کہ "لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا" اللہ کے رسول میں تمہارے لیے تقلید کا اچھا نمونہ ہے یہ بات اس کے لیے ہے جو اللہ سے امید کرتا ہو اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو اور جس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہو۔

مذکورہ بالا احکام کے بعد آپ کی شخصیت کی محبوبیت، عظمت و پاکیزگی پر ہر مسلمان کی ایسی نظر ہونی چاہیئے کہ زندگی کے نشیب و فراز میں آداب اور اخلاق و اطوار میں آپ کی حیات طیبہ کو مثال بنا سکے۔ اور دنیا کی ہر شخصیت آپ کی شخصیت کے سامنے ہیچ معلوم ہو اور آپ پر درود بھیجے اور آپ پر درود تو خود خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اس نے فرمایا "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین

آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے مسلمانو! تم بھی درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو!۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف جب گفت گو میں یا کلام میں آجائے تو آپؐ پر درود بھیجنا ضروری ہے، جو درود بھیجنے میں کوتاہی کرتا ہے اس کے لیے حدیث شریف میں وعید آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور عظیم القدر نبی کی حیثیت سے انتخاب فرمایا پھر آپ کو نبوت کا کام انجام دینے کے لیے عربوں کے قبیلہ میں پیدا فرمایا۔ اور ۶۳ سال کی زندگی عطا فرمائی جس میں سے شروع کے چالیس سال آپ کی بہترین نشوونما کے لیے اور نبوت کا بوجھ اٹھانے کے لائق بنانے کے لیے اور ۲۳ سال نبوت کا کام انجام دینے کے لیے عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کی پوری ۶۳ سالہ زندگی کو بڑی راحت و فراخی کی زندگی بنا سکتا تھا۔ اور آپؐ کو ہر طرح کی مشکلات و خطرات سے محفوظ کر سکتا تھا۔ آپ اپنے پروردگار کے محبوب بندے اور رسول تھے، اللہ تعالیٰ کو آپ بہت پسند تھے، آپ کو آرام و راحت کی زندگی دینے میں کوئی مانع نہ تھا لیکن حکمت نبی کے آپ سے جو کام لینا تھا اس کا تقاضا تھا کہ شروع کے چالیس سال آپ کو ایسی دشواریوں سے گذارا جائے جن سے آپ کی تربیت و مشق ہو، اور مشکل سے مشکل کام اور بڑی سے بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت حاصل کرلیں۔

انسانی عمر کے چالیس سال ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں آدمی کے جسمانی اور ذہنی قویٰ اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور انسانی زندگی کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لیے کسی انسان کا جتنا بننا ممکن ہوتا ہے بن جاتا ہے۔ اور آپ کو تو آخری نبی بننا تھا، اور سارے عالم کے لیے تاحیات رہبر اور انسانیت کا معلم اکبر بننا تھا، شرافت و اخلاق و کردار کا اعلیٰ سے اعلیٰ پیکر بننا تھا۔ انسانیت کی خوبیوں کے لیے اور اپنے پروردگار کے لیے کمال عبدیت کا اعلیٰ نمونہ بننا تھا۔ لہٰذا آپ کو سخت تربیت سے گذارا گیا، پیدائش ہوئی تو یتیمی کی حالت میں، اور ہوش سنبھالتے ہی والدہ بھی رخصت ہوگئیں ان کے بعد جو قریب ترین مشفق ہوتا ہے یعنی دادا، وہ آپ کے سن بلوغ تک پہنچنے سے قبل رخصت ہوگئے، پھر چچا رہ گئے ان میں جو زیادہ شفیق اور ہمدردی کرنے والے تھے صرف وہی کچھ مدت تک ہمدرد و باقی رہے آپ کو نبوت ملنے کے دس سال تک ان کی پشت پناہی حاصل رہی ان کے ساتھ زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ جو ایک طرف بڑی سمجھدار، معاملہ فہم، حقیقت شناس اور تجربہ کار اور دوسری طرف آپ کی خوبیوں کی معترف اور انتہائی مخلص اور محنت کرنے والی تھیں۔ اندرون خانہ آپ کی پوری ہمدردی کا فریضہ انجام دیتی تھیں لیکن دونوں یعنی محدود ترین اور سینہ سپر بننے والے چچا اور یہ زوجہ مطہرہ نبوت کے دسویں سال ایک ہی سال میں رخصت ہوگئے، اب اندر باہر کوئی بڑا اور قریبی شفیق نہیں رہا، تنہا خدا کی ذات سے اور اپنی صلاحیتوں اور ہمت پر انحصار رہ گیا، آپ کی اگر گذشتہ چالیس سال کی تربیت اور خدا کی خصوصی عنایت نہ ہوتی تو دشمنوں کی طرح طرح کی اذیتوں اور وطن میں بے وطنی، اعزہ کی طرف سے بے اعتنائی بلکہ مخالفت، غیروں کی بدتمیزی اور عداوت، ایک تن تنہا جان کا برداشت کرنا آسان نہ تھا۔ آپ نے یہ سب نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا، اور صرف صبر و استقلال ہی نہیں بلکہ اس عالی ہمتی اور عالی ظرفی کے ساتھ کہ پوری انسانیت میں مثال نہیں ملتی سخت ترین دشمن سے بھی اخلاق برتنا، سخت ترین حالات میں بھی اچھی توقعات کا دامن نہ چھوڑنا ایسی مثالیں ہیں جو انسانیت پوری تاریخ میں نہیں پیش کر سکتی۔ آپ خاندان کے بڑے مشفق چچا اور اندرون خانہ کی مخلص ترین ہمدرد زوجہ مطہرہ کے ایک ساتھ وفات پا جانے سے اپنے وطن میں اپنے آخری ہمدردوں سے محروم ہوجانے پر اپنے بڑوس کے شہر طائف تشریف لے گئے کہ طائف جو کہ مکہ کا ہمسر شہر ہے وہاں کے کسی بااثر شیخ قبیلہ کی ہمدردی مل جائے تاکہ اہل مکہ کے ظلم و جور میں رکاوٹ کا باعث ہو، سفر تنہا اور بڑی مشقت کے ساتھ پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے کیا۔ طائف پہنچتے ہی وہاں کے سرداروں سے ملے لیکن سب نے صرف یہی نہیں کہ ہمدردی سے انکار کیا بلکہ بدتہذیبی سے پیش آئے جبکہ آپ مکہ کے معزز ترین قبیلہ کی معزز ترین شاخ سے تھے جس کا لحاظ عربوں کے دستور میں بہت کیا جاتا تھا، لیکن انھوں نے یہ سب نظر انداز کرکے بدمعاملہ کیا، اور آپ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا، انھوں نے پتھر چلانے اور قدم مبارک لہولہان ہونے چنانچہ آپ کو شہر کی آبادی سے فوراً نکلنا پڑگیا۔ پانی کا ایک کٹورا بھی پینے کو نہیں ملا، آبادی سے نکل کر ایک جگہ ذرا سستانے کے لیے ٹھہرے تو اپنے رب سے فریاد کی لیکن فریاد بھی

ایسی کہ ان حالات میں ایسی محتاط اور عالی ظرفی اور اپنے رب کے سامنے خاکساری و عبدیت کی حامل فریاد اس سے زیادہ ممکن نہیں عرض کیا کہ پروردگار! میں اپنے قلبی رنج کا تذکرہ اپنی بے بضاعتی، بے تدبیری اور لوگوں کی نظر میں اپنی حیثیت کی گراوٹ کا تذکرہ صرف آپ سے کرتا ہوں، اے پروردگار آپ مجھ کو کس کے حوالے فرما رہے ہیں، کیا آپ ایسے کے سپرد کر رہے ہیں جو مجھ سے بہت دور ہے اور مجھ سے بہت برے انداز میں پیش آرہا ہے یا ایسے دشمن کے سپرد کر رہے ہیں جس کو میرے معاملات پر قدرت و اختیار عطا فرما دیا ہو بہرحال اگر آپ ناراض نہیں تو آزمائش کو برداشت کروں گا، پرواہ نہ کروں گا، البتہ اگر آپ کی طرف سے مجھے عافیت عطا ہوجائے تو میرے لیے وہ سازگار ہوگی۔ میں آپ کے نور کی پناہ میں رہنا چاہتا ہوں جس کے اثر سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں، میں پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ آپ مجھ سے ناراض ہوں۔ یا آپ کی ناراضی مجھ پر نازل ہو، میں تو آپ ہی کو راضی کرنے کی فکر کرتا رہوں گا حتیٰ کہ آپ مجھ سے راضی ہوجائیں۔

ایسے شدید ناکامی اور مایوسی کے موقع پر اور ایسے کام کے سلسلہ میں جو خالص اپنے پروردگار کے دین کی سربلندی کے لیے تھا جس کے سلسلہ میں اس قادر مطلق ذات خدائے مالک الملک کی طرف سے سہولت مقدر کی جاسکتی تھی اور ان بدحالہ لوگوں کی بدمعاملگی میں رکاوٹ ڈالی جاسکتی تھی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ شکوہ کرتے ہیں اور نہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں نہ اس کا ذکر کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں تو اپنی بے بضاعتی بے تدبیری اور بے چارگی کا اور اپنے اس خوف کا کہ وہ پروردگار جس کے کام کے لیے نکلے ہیں ناراض نہ ہوجائے اور اپنے عہد کو دہراتے ہیں کہ میں تو آپ کو راضی رکھنے کی ہی فکر میں رکھوں گا تاآنکہ آپ خوش و راضی ہوں۔

پھر جب آپؐ کی اس عبدیت و التجا بھری دعا سے پروردگار کی رحمت جوش میں آتی ہے اور پہاڑوں پر مقرر فرشتہ کو اللہ تعالیٰ اس پیغام کے ساتھ بھیجتا ہے کہ آپ کے پروردگار نے دیکھا کہ ان لوگوں نے کیا معاملہ کیا، آپ کہیں تو ان دونوں پہاڑوں کو ملا دوں، یہ سب اس میں کچل کر ختم ہوجائیں تو آپ کا جواب یہ تھا کہ نہیں ایسا نہ کیجیے اگرچہ انھوں نے اللہ کے دین کی طرف دھیان نہیں دیا ہے لیکن کیا عجب ہے کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو اس دین کو قبول کریں، اس طرح آپ نے صرف پروردگار کے سامنے عبدیت و وسعت نظری کا ثبوت نہیں دیا بلکہ انسانیت و رحمدلی اور دشمن تک کے ساتھ حسن و سلوک کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

آپ کی صفت رحمدلی صرف کسی ایک واقعہ میں نہ تھی بلکہ آپ کی زندگی میں سمائی ہوئی تھی، یہ آپ کو بہ صفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور خاص دی گئی تھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کہ ہم نے خاص طور پر تم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور دوسری جگہ فرمایا "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ کہ تمہارے پاس وہ رسول آیا ہے جو تم ہی لوگوں میں کا ہے اس کے لیے بڑا شاق ہے کہ تم کو کوئی پریشانی پیش آئے اور ایمان والوں کے لیے تو وہ بہت نرم دلی شفقت اور رحمدلی والا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش کے بعد ہی سے جن صعوبتوں اور رنجدلی کے حالات سے گذارا گیا تھا۔ ان سے آپ کا دل ایک طرف بڑا رحمدل مصیبت زدہ کی مصیبت کو بہت محسوس کرنے والا بن گیا تھا۔ دوسری طرف ان صعوبتوں اور صبر و برداشت کی باتوں کو جھیلنے کی وجہ سے مشکل سے مشکل کام کی دشواریوں اور مشکلات پر قابو پانے کا عزم اور بڑی سے بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے اور ذمہ داری پوری کرنے کی ہمت پیدا کردی گئی تھی اور یہ اس لیے کہ آپ کو نہایت ناسازگار حالات میں نبوت کے فرائض انجام دینے کی ذمہ داری اٹھانی تھی۔ چنانچہ آپ نے وہ نہایت خوبی سے اٹھائی اور انجام دی اور ۲۳ رسال تک سخت ترین حالات میں دین حق کے تسلیم کرانے کی سخت کوشش کے بعد جب اس دنیا سے کامیاب رخصت ہونے کا وقت آیا تو حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ نے فرمایا "اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ" اے پروردگار کیا میں نے بات پہونچا دی؟ اے پروردگار گواہ رہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتماعی اور انفرادی دونوں طرح کے متنوع اور مختلف حالات سے گذارا گیا تاکہ آپ کی امت کے لیے زندگی کے مختلف النوع حالات کے لیے اعلیٰ نمونہ سامنے آئے۔ "وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" کا ظہور ہو کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لیے اچھا نمونہ ہے، آپ کو منافقوں اور چھپے ہوئے بدخواہوں سے بھی سابقہ پڑا کھلے ہوئے دشمنوں سے بھی سامنا ہوا۔ معاشی دشواری کا بھی سامنا کرنا پڑا ہو شمالی کے لمحات بھی گذرے اولاد ہونے کی مسرت بھی ملی پھر اولاد میں عزیز ترین

یعنی صاحبزادہ کی بچپنے میں ہی وفات کا غم بھی برداشت کرنا پڑا۔ نہایت محبت سے بھرا اور شفیق دل عزیز ترین اولاد کا غم کس طرح جھیلتا ہے، وہ آپ کے نہایت مؤثر اور دل سوز لیکن قضا و قدر میں رضامندی کے الفاظ سے ظاہر ہوا، فرمایا "إن العین لتدمع، والقلب یحزن ولا نقول إلا ما یرضی الرب وإنا علی فراقك یا ابراهیم لمحزونون" بیشک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے بھر رہا ہے لیکن ہم وہی کہیں گے جس سے پروردگار راضی ہو، یوں بیشک ہم تمہاری جدائی پر اے ابراہیم غمگین ہیں۔

اپنی عبدیت کا احساس ایسا کہ اس روز سورج گرہن ہوا۔ لوگ سمجھے کہ اس بڑے واقعہ پر ایسا ہوا ہوگا۔ آپ نے فوراً اعلان فرمایا کہ نہیں نہیں، یہ سورج چاند اللہ کی نشانیاں ہیں کسی کے مرنے جینے سے اثر نہیں پڑتا جب ان میں گرہن ہو تو اللہ کو یاد کرو اور نماز پڑھو اگر آپ سیاسی لیڈر ہوتے تو یہ تردید نہ کرتے مفت میں عظمت و عقیدت مل رہی تھی اس سے فائدہ اٹھاتے، دنیا پیش نظر ہوتی تو اس واقعہ کو اپنی اہمیت کا ذریعہ بنا لیتے لیکن آپ نبی تھے، ذاتی فائدہ کو مقصد نہیں بناتے تھے آپ اللہ کی خوشنودی کے ہر وقت طالب رہتے اور ان کی ناراضگی کے تصور سے ہر وقت خائف رہتے تھے آندھی چلتی تو ڈرتے کہ کہیں اللہ کی ناراضی تو نہیں ہے، حالانکہ قرآن مجید میں کفار مکہ تک کے لیے کہہ دیا گیا تھا کہ اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا کیونکہ ان کے درمیان آپ موجود ہیں لیکن یہ عبدیت کا آپ کا احساس تھا اور خدا کو راضی رکھنے کی ہمہ وقت فکر تھی۔ آپ ان خیالات کی وجہ سے نیز انسانوں کو اپنے پروردگار کی بندگی کرنے پر آمادہ کرنے کی فکر میں ہمہ وقت متفکر رہتے تھے آپ کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے راوی کہتے ہیں کہ کان متواصل الاحزان، دائم الفکرۃ، طویل السکت، لیست لہ راحۃ کہ آپ مسلسل رنج کی کیفیت میں رہتے تھے، مستقل سوچ میں رہتے، دیر دیر تک خاموش رہتے راحت معلوم نہ ہوتی لیکن آپ کا یہ حال آپ کی صرف ذاتی زندگی میں تھا۔ آپ اس کے باوجود لوگوں کے ساتھ خوش اخلاق، انس و دلجوئی کا معاملہ کرنے والے تھے، آپ محبت کرنے والوں سے کسی کسی وقت ہلکا پھلکا مذاق بھی کر لیتے تھے ہو تبسم ہنسنے کا ہوتا تو ہنستے لیکن آپ کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی، آواز سے ہنسی نہ ہوتی کسی کو کوئی ضرورت ہوتی تو۔ حتی الوسع پوری کرتے، استطاعت نہ ہوتی تو اخلاق و ملاطفت کے الفاظ سے معذرت کرتے کبھی کسی کو مارا نہیں غصہ نہیں کیا، ہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی دیکھ کر ضبط نہ کر پاتے نکیر کرتے، چھوٹوں کے لیے مثل باپ کے برابر والوں کے ساتھ ساتھی اور دوست اور بڑوں کے ساتھ احترام و فدائی کا لحاظ کرنے والے تھے آپ سے مانگنے والے آپ کی نرم کلامی دیکھ کر بعض وقت پریشان کر ڈالتے لیکن آپ نرم کلامی سے ہی جواب دیتے رہتے کہ بھائی میرے پاس ہوتا تو ضرور دیدیتا، سخت جواب نہ دیتے۔

آپ نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی انتقال کر جانے والا مسلمان اگر ترکہ چھوڑے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے، اور قرض چھوڑے تو ادائیگی میرے ذمہ ہے۔ خطرہ کا موقع ہوتا تو خود پیش پیش ہوتے، فائدہ ہوتا تو اس میں سب کو شریک کرتے، ہر صحابی یہ محسوس کرتا کہ آپ اس کا سب سے زیادہ خیال کرتے ہیں، بارعب و وجیہ تھے لیکن اس کا اثر لوگوں پر نہ ڈالتے ساتھیوں میں اس طرح رہتے کہ اجنبی آدمی کو دیکھنے سے پتہ نہ چلتا کہ لوگوں میں سے کس کو سمجھے کہ آپ ہیں کسی مجلس میں تشریف لاتے تو جہاں خالی جگہ ہوتی وہیں بیٹھ جاتے، یہ اور بات تھی کہ پھر مجمع مڑ کر آپ کی طرف ہو جاتا کیونکہ مرکز توجہ آپ ہی ہوتے، یہ اور دیگر باتیں ایسی تھیں جو انتہائی اخلاق ہمدردی، حسن سلوک اور بڑے چھوٹے کا لحاظ ہر ایک کی خیر سگالی حق پسندی، انصاف ذمہ داری کی انجام دہی، بہادری و دیگر اعلیٰ خصوصیات کی تھیں اور آپ میں اعلیٰ نمونہ کے طور پر پائی جاتی تھیں آپ کی صفات بیان کرتے ہوئے راوی کہتے ہیں کہ ایسے وجیہ تھے کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں عظمت و دبدبہ محسوس کرتا اور ایسی دلنواز طبیعت کے تھے کہ خلا ملا ہو جانے کے بعد آپ کے تعلق و محبت سے معمور ہو جاتا، تعریف کرنے والے کے پاس تعریف کے الفاظ یہ ہوتے کہ ایسا شخص میں نے نہ آج سے قبل دیکھا اور نہ آئندہ دیکھنے کی امید ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخلاق و صفات، یہ اعمال و افعال صرف اس لیے نہیں تھے کہ صرف تعریف کر دی جائے اور آپ کی بلند شخصیت کو معجزانہ شخصیت قرار دیکر ان سے اپنے انتساب پر صرف فخر کر لیا جائے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ تھے، جس سے ایک طرف آپ کا مقام بلند ثابت ہوتا ہے کہ مکمل ترین انسان اور خوبیوں سے انتہائی معمور آپ سے زیادہ کوئی نہیں، تو دوسری طرف آپ امت مسلمہ کے افراد کے لیے

واجب الاتباع قرار دیئے گئے اسوہ بنائے گئے تاکہ امت کے افراد آپ کے اخلاق و اعمال کی نقل کریں اور اپنی زندگی کو ان سے قریب تر بنانے کی کوشش کریں اس کے لیے آپ کو عوام میں ۲۳ سال تک رکھا گیا اور امت مسلمہ کے افراد کو زندگی کے جن حالات سے گذرنا تھا آپ کو انہی جیسے حالات سے گذارا گیا اور باوجود اس کے کہ آپ محبوب رب العالمین تھے، اللہ تعالیٰ کو آپ کا تکلیف اٹھانا مختلف طرح کی مصیبتوں اور رنج و محن سے گذرنا پسند نہ تھا۔ ہر ایک کے لیے خیر پسندی، رضائے الٰہی کی طلب، آخرت میں اپنے اعمال کی جواب دہی کی فکر مندی، اپنے پروردگار کی عظمت کا ہمہ وقت تصور اور اس کے سامنے اپنے کو بندہ عاجز سمجھنے کا ہمہ وقت احساس و بندگی اور اپنے کو اپنے ملاقاتیوں اور ساتھیوں میں ایک عام انسان کی حیثیت میں رکھنے کی پابندی کی مثالیں دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲۳ سال کی مدت میں مشکل اور صبر آزما حالات زندگی کے اندر رہنے کا انتظام فرمایا۔ جس کے ذریعہ امت مسلمہ کے سامنے مرد مومن اور بندۂ مخلص کا نمونہ سامنے آیا اور آپ کو اس کے صلہ میں آپ کے لیے آخرت کی ابدالآباد زندگی میں اعلیٰ ترین جزا، طے فرما دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر رکھے تھے، پھر بھی آپ عبادت و حسن عمل میں لگے رہتے تھے اور جب آپ سے کہا گیا کہ آپ کی تو پہلے ہی مغفرت ہو چکی ہے پھر آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں، یہ سب ایک طرف آپ کا احساس بندگی تھا۔ اور دوسری طرف آپ کے امتیوں کے لیے نمونہ تھا۔ راتوں میں عبادت اتنی کرتے کہ پیروں پر کھڑے کھڑے ورم آجاتا، کوئی بدتہذیبی یا ایذا رسانی سے کام لیتا تو انتقام نہ لیتے، بلکہ صبر کرتے، کسی کو آپ سے کسی طرح کی ہمدردی کی ضرورت پڑتی فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور مدد کرتے۔ کوئی کسی کام سے روک لیتا اور بات کرنے لگتا، وقت دیتے اور اس کی طویل کلامی برداشت کرتے لیکن حق کے خلاف کوئی بات ہوتی تو برداشت نہ کرتے، حق کو قائم و جاری کرتے، مروت و نرمی صرف اپنی ذات کے معاملہ میں انتہائی درجہ برتتے لیکن دین کی سربلندی اور حق کی حمایت میں رواداری بالکل نہ کرتے آپ کی سیرت طیبہ اخلاق و اعمال کو بے کم و کاست عالی مرتبت لوگوں نے بیان کیا ہے۔ ان کے اخلاق و صفات کا مطالعہ اور اس سے واقفیت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی جتنی نقل ہو سکتی ہو کرے، کیوں کہ آپ سے اخلاق و اعمال کی نقل ہی اس اسوہ پر عمل ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا کہ "وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" ایک طرف اللہ کی کتاب قرآن مجید، دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ و اعمال و افعال جو حدیث و سنت کے نام سے معتبر کتابوں میں محفوظ کی گئی ہیں۔ دین اسلام کے دو عظیم ماخذ ہیں ان دونوں کو اپنا رہبر بنانا اور اپنے اعمال و افعال کو ان کا تابع بنانا ہی دین اسلام کی سچی پیروی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لقد ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہ کتاب اللہ وسنتی کہ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، تم ان کو اگر مضبوط پکڑ لو گے تو گمراہ نہ ہو گے، ایک ہے اللہ کی کتاب دوسرا ہے میرا طریقہ زندگی اور آپ کا طریقہ زندگی بالکل قرآن مجید کے مضمون کے مطابق تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی سیرت طیبہ کے متعلق کہتی ہیں کہ "کان خلقہ القرآن" یعنی آپ کی سیرت و اخلاق قرآن مجید کے مطابق تھا۔

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے
بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجیے۔

خطوکتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

انسانیت آج بھی اسی "در" کی محتاج ہے

مولانا محمد الحسنیؒ سابق ایڈیٹر "البعث الاسلامی"

محمد عربیؐ کی جامعیت و کاملیت

اس دنیا میں بہت سے بڑے آدمی پیدا ہوئے، کسی نے ملکوں کو فتح کیا، کسی نے اپنے وطن کو آزاد کرایا اور بام عروج تک پہونچایا، اس فہرست میں بڑے بڑے فلسفی، سائنسداں، مصلح اور ریفارمر سیاستداں اور لیڈر اور ادیب و شاعر ہیں۔ لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا دائرہ محدود تھا، کسی کا صرف ایک مخصوص معاشرہ اور مخصوص عہد تک، ان میں سے کسی کی زندگی ایسی نہیں تھی جو ہمیشہ کے لئے اور سارے عالم کے انسانوں کے لئے نمونہ بن سکے۔ ان میں ہر فرد کے لئے رہنمائی اور ہدایت کا سامان ہو، اور وہ ہر زمانہ میں قابل عمل ہو۔

اگر کوئی بہت اچھا فاتح تھا تو ظلم سے اس کا دامن پاک نہ تھا۔ اگر کوئی اچھا مصلح اور معلم اخلاق تھا تو قائدانہ صلاحیت اور اخلاقی جرأت سے محروم تھا۔ اگر فلسفی تھا تو اخلاق سے بے بہرہ، اور انصاف سے دور، روحانیت کا دلدادہ تھا تو عملی زندگی سے ناآشنا، اور دنیا کے نشیب و فراز سے بے خبر۔

اس کے برخلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے مطالعہ سے ہم کو دو چیزیں خاص طور سے نظر آتی ہیں، ایک یہ کہ عام اجتماعی دائرہ سے لے کر زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے گوشے تک اس میں ہر چیز کے لئے رہنمائی موجود ہے اور رہنمائی بھی ایسی جو قیامت تک کے لئے کافی ہے۔

دوسرے یہ کہ اس ہدایت اور رہنمائی کا ہر عنوان اور آپؐ کی تعلیم و ہدایت کا گوشہ بجائے خود ایک ایسا زندہ معجزہ ہے کہ اگر دوسری چیزیں نہ بھی ہوتیں تو آپؐ کی ابدی رسالت، حقانیت اور صداقت کے لئے وہی ایک چیز بس تھی۔

"وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ" انہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام جہاں والوں کے لئے، کا تقاضا بھی یہ تھا کہ یہ اسوۂ حسنہ ہر اعتبار سے مکمل اور لازوال اور جامعیت، کاملیت اور علمیت ہر شعبہ میں بے نظیر و بے مثال ہو۔

> **آپؐ کی تعلیم و ہدایت کا ہر گوشہ بجائے خود ایک ایسا زندہ معجزہ ہے کہ اگر دوسری چیزیں نہ بھی ہوتیں تو آپؐ کی ابدی رسالت، حقانیت اور صداقت کے لئے وہی ایک چیز بس تھی۔**

دنیا میں سب سے زیادہ تعداد عیسائیوں کی بتائی جاتی ہے۔ لیکن حضرت مسیحؑ کی زندگی کے زیادہ سے زیادہ پچیس۲۵ دن کے حالات ہمیں ملتے ہیں اور وہ بھی حسبۃ حسبۃ، نامکمل، نشنہ اور محتاج تصدیق یہی حال دوسرے مذاہب یا جدید سیاسی و معاشی نظریات و افکار کا بھی ہے۔ اگر اول الذکر کو زندگی کی عملی حقیقتوں سے زیادہ سروکار نہیں معلوم ہوتا تو آخر الذکر کو صرف اسی دنیا سے دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ بھی اس حد تک کہ ایک مخصوص معاشی نظام یا پارٹی سسٹم بجلیا، بجبر لوگوں کے سروں پر قائم رکھا جائے۔ یا ان کی شکم پری اور جنسی آسودگی کا زیادہ سے زیادہ سامان کیا جائے۔ ان میں سے کسی کے پاس (انفرادی یا اجتماعی طور پر) انسان کی متنوع رواں دواں، ترقی پذیر وسیع اور نازک و بیش قیمت، لوچدار زندگی کے لئے کوئی مفصل قلمی یا زبانی تعلیم اور اس تعلیم کا کوئی عملی نمونہ نہیں ملتا اس کے بالمقابل حضورؐ کی زندگی میں حیران کن طریقہ پر ہمیں ہر چھوٹے بڑے معاملہ کے لئے ایسی واضح مکمل اور مفصل ہدایات نظر آتی ہیں کہ اس کی کوئی ظاہری یا مادی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری نبوت ہے اور دنیا کی آئندہ تاریخ کیلئے اس کے سوا اب کوئی روشنی نہیں۔

جس قدر مفصل تعلیمات و ہدایات ہمیں قرآن و حدیث اور سیرت پاک کی کتابوں میں نظر آتی ہیں۔ اگر ان کے ساتھ کوئی عملی نمونہ نہ ہوتا تب بھی ان کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آتی لیکن اس کے ساتھ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے بلکہ خلفائے راشدینؓ، عشرہ مبشرہؓ، اہل بدرؓ، شرکاء حجۃ الوداع اور عام صحابہؓ کی ایک کثیر جماعت، ایک طویل عرصہ تک اجتماعی طور پر آپؐ کی تعلیم و ہدایت پر کاربند رہ چکی ہے اور ایسے دلکش اور خیال معاشرہ کا نمونہ پیش کر چکی ہے۔ جس کی مثال تاریخ کے کسی اور زمانہ میں اور دنیا کے کسی اور مذہب کے ماننے والوں میں نہیں ملتی۔

قرآن مجید کا یہ اعلان جو حجۃ الوداع کے

موقع پر کیا گیا اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے۔

"اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ (سورۂ مائدہ - ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔

لیکن یہ تعلیم و ہدایت اور یہ نمونہ اور طرز زندگی اور نبوت کی یہ دعوت اس بات کے لئے نہ تھی کہ دنیا کی مادی رونق میں کچھ اور اضافہ ہو۔ ایرانیوں اور رومیوں نے اس میں اگر کچھ کسر چھوڑ دی ہو تو وہ پوری ہو جائے۔ تمدن کی نازک خیالیوں اور خوش خرامیوں میں کچھ اور ترقی ہو۔ دنیا کی یہ زندگی زیادہ آرام و راحت اور عیش و لذت کے ساتھ گزرے وہ اس کے لئے بھی نہیں تھی کہ غرناطہ، قرطبۂ اشبیلیہ اور تاج محل وجود میں آئیں۔ یا یونانی فلسفوں کی موی شعموں اور شعر و ادب کے فانوس خیال سے تہذیب اسلامی کا کوئی شیش محل تیار کیا جائے۔ اگر یہ بات تھی تو یہ رومی و ایرانی کچھ برے نہ تھے اور آج یہ امریکی اور روسی بھی کچھ زیادہ قابل ملامت نہیں۔

اطاعت و محبت

یہ اسوۂ نبویؐ اس بات کے لئے تھا کہ ایک ایسے مطیع و فرمانبردار بندہ کی طرح زندگی گزاری جائے۔ جو اپنے مالک حقیقی کا وفادار ہو، اس کا چاہنے والا اور اس سے ڈرنے والا ہو۔ اس کی زندگی امید و بیم کے درمیان گزرے اس کی رحمت پر اس کو کامل اعتماد ہو اور اس کے عذاب کا پورا خوف ہو۔ اور جب قیامت میں وہ اپنے اللہ کے حضور میں پیش ہو تو سرخرو ہو کر اور نفس مطمئنہ کے ساتھ۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبٰدِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ (سورۂ فجر)

اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو پس تو میرے مطمئن بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اسلامی فتوحات، اسلامی حکومتوں کا نظم و نسق اور علمی و عملی ترقیات سب اسی ہدایت اور تعلیم نبویؐ کی روشنی میں تھیں۔ اور یہ "میزان عدل" ہمیشہ مسلمانوں کے سامنے رہتی تھی، قرآن مجید میں ایک جگہ یہ آتا ہے کہ جب ہم نے ان کو اقتدار اور قوت دی تو انھوں نے نماز قائم کی، زکوٰۃ، امر بالمعروف نہی عن المنکر کا انتظام کیا۔ دوسری جگہ ہے کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح سے اپنے کو آراستہ رکھیں گے ان کو ہم زمین میں بھی قوت اور اقتدار عطا کریں گے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔ اس لحاظ سے یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ دعوت وہی معتبر ہے جس میں عزیمت و قربانی، سعی و جہد اور زندگی و حرارت ہو۔ اور قربانی و عزیمت بھی وہی قابل اعتبار اور لائق اعتماد ہے جو نبوت محمدیؐ کی روشنی سے منور اور حضور کی اطاعت اور محبت سے معمور و مخمور ہیں۔

اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم آپؐ کی تعلیمات اور ہدایات اور عملی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کا ہر شعبہ مکمل نظر آتا ہے۔

جب ہم دعا و مناجات کے باب پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے اہم اور بنیادی شعبہ یہی ہے، غزوات و سرایا کا جائزہ لیتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ آپ کا اصل کمال اسی کے اندر ہے جو ہر شناسی اور مردم گری کی صفت دیکھتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ شاید آپ کا سب سے بڑا امتیاز یہی ہے، گھریلو زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ سب سے زیادہ علمیت بے ساختگی اور لطف و محبت کے نمونے اسی جگہ ملتے ہیں۔ صحابہؓ کے ساتھ آپ کے تعلقات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی محبوبیت کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔

یہاں ان اوصاف کا مفصل ذکر کرنا ممکن نہیں سیرت نگاروں نے آپؐ کی زندگی کے ایک ایک جزئیہ کی جس طرح تشریح و تفصیل بیان کی ہے۔ اور تنہا ایک حجۃ الوداع کے موضوع پر جتنی دقیقہ ریزی اور دیدہ وری سے کام لیا ہے، وہ اس کا ثبوت ہے کہ آپؐ کی نبوت ساری انسانیت کے لئے ہے۔ اس تکمیل و تفصیل کی غرض یہی تھی کہ کوئی انسانی گروہ اور روئے زمین کا کوئی انسان تشنگی کا شاکی نہ رہے اور کسی کی شکایت باقی نہ رہے۔

وحی آسمانی اور تلقین ربانی

دوسری چیز ان نبوی ہدایات و تعلیمات کا اعجاز ہے۔ بات صرف اتنی نہیں کہ ہر موقع ہر حالت اور ہر مسئلہ کے لئے کوئی نہ کوئی تعلیم یا ہدایت دیدی گئی ہو خواہ اس کی ضرورت ہو یا نہیں بلکہ اصل پہلو یہ ہے کہ آپؐ کی ہر تعلیم، ہر سنت اور ہر قول و فعل اتنا جامع اور مکمل، اس قدر معجزانہ اور حیرت انگیز اور اس قدر مؤثر اور مفید ہے کہ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہ تھی قرآن مجید نے اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا ہے:-

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى" (سورۂ نجم)

آپ اپنی خواہش نفسانی سے بات نہیں کرتے آپؐ کا ارشاد صرف وحی ہے جو آپؐ پر بھیجی جاتی ہے۔"

آپؐ کی تعلیمات اور اقوال و اعمال ایسے

ہیں کہ وحی آسمانی اور تلقین ربانی کے سوا اس کی کوئی توجیہ ممکن نہیں۔ اور صاف نظر آتا ہے کہ اتنی گہری نظر، اتنا عمیق علم، اتنی بیکراں شفقت کسی انسان کے زور تدبیر اور زور فکر کا نتیجہ ہرگز نہیں ہوسکتی، وہ خالص عطیہ خداوندی اور ہدایت آسمانی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن مجید میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ۔ (سورہ کہف)

کہہ دیجئے کہ میں تمہاری ہی طرح انسان ہوں البتہ میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔

اس لئے آپؐ کی تعلیمات وہدایات اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ خود آپؐ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور دین کی تکمیل وجامعیت، ختم نبوت نیز آپؐ کے پیغام ودعوت کی ابدیت وعمومیت کی سب سے کھلی ہوئی اور صاف علامت ہے۔

> **اس لئے آپؐ کی تعلیمات وہدایات اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ خود آپؐ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور دین کی تکمیل وجامعیت، ختم نبوت نیز آپؐ کے پیغام ودعوت کی ابدیت وعمومیت کی سب سے کھلی ہوئی اور صاف علامت ہے۔**

اگر کچھ لوگ مغرب کی ظاہری ترقیات اور دنیا کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کو دیکھ کر یہ سمجھنے لگے ہیں کہ موجودہ دور میں اسلام کی دعوت شاید اب زیادہ کارگر نہیں اور اب انسانیت کی چارہ سازی اس کی قوت سے باہر ہے۔ تو اس کا سبب صرف مغرب کی مرعوبیت اور سنت کے چشمۂ نور سے مسلمانوں کی بے تعلقی اور بے اعتمادی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی ڈاکٹر کے نسخہ لکھوا کر لائے لیکن اس کی دوائیں خریدنے کی کوشش نہ کرے یا تھوڑا سا روپیہ اور محنت خرچ کرکے دوائیں بھی خریدے لیکن گھر آکر اس کو طاق پر رکھ دے بدپرہیزی کرتا رہے۔ اور جو دوا دن میں پانچ بار پینے کے لئے بتائی گئی ہو اور اس کے ساتھ بہت سی ہدایات دی گئی ہوں اس کو ایک بار بھی نہ پئے یا صرف جمعہ اور عید کے روز پی لیا کرے۔ اور اگر پی بھی لے تو اس کے ساتھ بدپرہیزی کرتا رہے۔ پھر اس کے بعد اس کی شکایت کرے کہ یہ نسخہ فائدہ نہیں کرتا۔

سیرت نبویؐ اور سیرت صحابہؓ

ہم میں سے بہت سے بھائیوں کا یہ حال ہے کہ سیرت نبویؐ اور صحابہؓ کرام کے حالات کا مطالعہ کئے بغیر وہ اپنے تحت الشعور میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ جدید دنیا کے مسائل میں اس کے پاس رہنمائی نہیں ہے۔

سیرت نبوی ایسے تمام لوگوں کو یہ چیلنج کرتی ہے کہ وہ بتائیں کہ ان کو زندگی کے کس شعبے میں رہنمائی درکار ہے۔ یا وہ کون سا شعبہ ہے کہ جہاں ان کو قرآن وحدیث اور سنت نبویؐ سے روشنی نہیں مل رہی ہے۔ اور تہذیب کا وہ کون سا حصہ اور اخلاق عالیہ کی وہ کون سی قسم ہے جو نبوت کی ممنون احسان نہیں۔ مسلمان اگر مظلوم ہیں پسماندہ ہیں، مغرب کے مقلد ہیں، کمزور وبے بس ہیں تو یہ قصور انسانیت کے اس طبیب اور روحانی معالج کا نہیں جس نے ایک ایک بات کھول کر بیان کردی ہے۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے عمل سے اپنے ہزاروں لاکھوں ساتھیوں اور جاں نثاروں کے عمل سے اس کو برت کر دکھایا اور فتح وناکامی، امن وجنگ، اقلیت واکثریت، تنگی ودخوشحالی، خلوت وجلوت ہر حالت میں اس پر چلنے کا طریقہ مسلمانوں کو سمجھایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس سوسائٹی میں تشریف رکھتے تھے وہ فرشتوں اور ملاء اعلیٰ کی جماعت نہ تھی۔ گوشت پوست کے ان انسانوں کی جماعت تھی جو دل ودماغ رکھتے تھے، جذبات رکھتے تھے، ان کو ملکوں کا انتظام بھی کرنا پڑتا تھا۔ سرحدوں کی حفاظت بھی کرنی ہوتی تھی، تعلیم کی فکر کرنی پڑتی تھی، حدود اللہ کا اجراء کرنا ہوتا تھا اور نازک سے نازک فیصلے کرنے ہوتے تھے، ان کے اندر ہر قسم کے مسائل پیدا ہوتے تھے۔ لیکن ہمیں ان میں جو اصل فرق تھا وہ اس نسخہ کے استعمال کا تھا۔ اور ہدایات پر عمل کے ساتھ اس نسخہ کے استعمال نے انھیں اس مرتبہ تک پہونچا دیا تھا۔ کہ فرشتوں کی رسائی بھی وہاں ممکن نہ تھی۔

> **تہذیب کا وہ کون سا حصہ اور اخلاق عالیہ کی وہ کون سی قسم ہے جو نبوت کی ممنون احسان نہیں۔**

اس روشنی میں اگر ہم سیرت نبویؐ کا پھر سے مطالعہ کریں اور یہ دیکھیں کہ فتح کے وقت آپؐ کی کیا کیفیت تھی، اور دعا کے وقت آپؐ کا کیا حال ہوتا تھا۔ طائف کی وادی میں آپؐ پر کیا گزری اور فتح مکہ میں آپؐ نے اپنے دشمنوں سے کیا سلوک کیا۔ اقتدار سے پہلے آپؐ کا کیا رویہ تھا۔ اقتدار کے بعد آپؐ کی کیا روش تھی، انصار کے ساتھ آپؐ کا کیا سلوک تھا۔ مہاجرین کے ساتھ کیا معاملہ تھا۔ وفود کے ساتھ آپؐ کس طرح پیش آتے تھے اور صلح ومعاہدہ میں آپؐ کا مسلک کیا تھا تو ہم خود

باقی صـ۲۱ پر

سچی محبت کی پہچان

از: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں بہت سی فطری صفات پیدا کی ہیں ان میں ایک اہم صفت محبت ہے، یہ صفت اکثر حالات میں دوسری صفات پر غالب آجاتی اور اپنا اثر دکھاتی ہے، یہی صفت عالم کو آباد رکھنے اور اسے ویرانہ میں تبدیل ہوجانے سے روکے رکھتی ہے یہ صفت نہ ہوتی تو ماں باپ اپنے بچوں کی پرورش، استاد شاگردوں کی تربیت، مرشد ومصلح خلق خدا کی خیر خواہی ورہنمائی کرنے پر آمادہ اور اس کے لیے تکلیفیں اٹھانے کو تیار نہ ہوتے۔

یوں تو محبت کے بے شمار آثار وعلامات اور اس کی بے گنتی پہچانیں ہیں مگر سب سے اہم پہچان اطاعت ہے، یعنی جس سے محبت ہوتی ہے، محب اس کی بات مانتا اور فرمانبرداری کرتا ہے کسی عرب عارف نے صحیح کہا ہے، فإن المحب لمن یحب یطیع (ہر محب اپنے محبوب کی بات مانتا ہی ہے) یہ بھی واقعہ ہے، جسے سارے مسلمان جانتے اور تسلیم بھی کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت جب تک سب سے زیادہ نہ ہو اس وقت تک کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا (صحیح حدیث میں بھی یہی بتایا گیا ہے: لا یومن أحدکم حتی أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین) لیکن عجیب بات ہے کہ بہت سے مسلمان اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود ان کی اطاعت سے روگرداں نظر آتے ہیں، حتیٰ کہ اظہار محبت بھی اس طرح کرتے ہیں جس سے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی ہوتی۔ اور وہ (دونوں) خوش ہونے کے بجائے ناراض ہوتے ہیں۔ دور کیوں جائیے ربیع الاول کے مہینہ میں۔ جو اللہ کے آخری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کا مہینہ ہے اور آپؐ کی وفات کا بھی۔ بہت سے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وتعلق ظاہر کرنے کے لیے وہ طرز اختیار کرتے ہیں جو دوسرے باطل مذاہب والے اپنے مذہبی پیشواؤں یا بانیان مذاہب کے لیے اپناتے ہیں، مثلاً چراغاں کرنا، جشن منانا، میلہ ٹھیلہ کا سا انداز اختیار کرنا، اور بسا اوقات گانے بجانے یعنی ڈھول تاشے اور بینڈ باجے سے بھی گریز نہیں کرتے حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں سے۔ صاف طور پر اور خاص طریقے سے منع کیا ہے، نیز دوسرے باطل مذاہب والوں کی نقل ومشابہت سے عمومی ممانعت فرمائی ہے بلکہ من تشبہ بقوم فھو منھم (جو جس قوم کی نقل، مشابہت۔ دینی معاملات میں کرے گا۔ اس کا حشر بھی اسی قوم کے ساتھ ہوگا) ارشاد نبوی میں تو کھلی دھمکی ہے اور عذاب کی وعید ایسے مسلمانوں کو دی گئی ہے جو اس طرح خلاف شرع۔ کاموں میں مشغول ہوں۔

اس بنا پر یہ بہت قابل غور بلکہ لائق فکر بات ہے کہ اظہار محبت کے عنوان سے بہت سے لوگ تقریباً ہر جگہ ربیع الاول کے مہینہ میں جو اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں وہ کیا مسلمانوں کے لیے باعث شرم اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناراضگی کا باعث نہیں ہیں تو کیا مسلمانوں کو ان سے روکنا اور ایسی حرکتوں سے باز رکھنا۔ ہر دیندار آخرت کی مسئولیت کا احساس رکھنے والے پر لازم نہیں ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ "جو مسلمان بھی کسی غلط کام (منکر) کو ہوتا دیکھے وہ اسے اپنی طاقت وصلاحیت کے مطابق روکنے کی کوشش کرے، اور کم سے کم یہ کہ اس کام سے دلی نفرت کرے"، ظاہر بات ہے کہ انسان جس کام سے دلی نفرت کرتا ہے (یا پسند نہیں کرتا ہے) اس میں حصہ لینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کا ظاہری تقاضا بلکہ کم از کم مطالبہ یہ ہے کہ ایسے جلسوں جلوسوں، میلوں اور نمائشوں میں کسی طرح کا حصہ لینے کے بجائے ان نمائشی اظہار محبت کے طریقوں کو روکنے پر محنت کرے کہ اس کے بغیر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کھوکھلا بلکہ جھوٹا ہوگا۔

کسی اللہ والے نے کیا خوب کہا ہے ؎

أتعصی الولہ وانت تظہر حبہ ۔۔۔ ھذا لعمری فی الفعال بدیع
إن کان حبک صادقا لأطعتہ ۔۔۔ فان المحب لمن یحب یطیع

(باقی صـ۲۸ پر)

یورپ میں حفاظت قرآن کا خدائی کرشمہ

ثمیر الدین قاسمی برنلے (استاذ حدیث الجامعۃ الاسلامیہ نوٹنگھم)

ڈیڑھ سو سال پہلے کا زمانہ تھا کہ انگلینڈ کا سیاسی سورج بام عروج پر تھا۔ ایشیا اور برصغیر پر ان کی حکومت تھی، وہ زمین کے ایک بڑے حصے پر چھائے ہوئے تھے اس زمانے میں ان کی تمنا یہ تھی کہ غریب ملکوں پر اپنا رعب ڈال کر ان کے مسلمانوں کو مرتد کرلیں گے۔ اور ان کو عیسائیت میں تبدیل کرلیں گے۔ اس مہم کے لیے انھوں نے ہزاروں ماہر اور تربیت یافتہ پادریوں کو تیار کیا۔ اور مشاق قسم کے ہزاروں پادریوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے برصغیر روانہ کیا۔ انھوں نے مختلف طریقوں سے تبدیل مذہب کے لیے انتھک کوشش کی۔ ان میں سے تین طریقے زیادہ استعمال کئے۔

۱۔ مالی امداد دیکر غریبوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ اپنے طرز کے اسکول کالج اور ہسپتالوں کا جال بچھایا اور بڑے پیمانہ پر رفاہی کام کو فروغ دیا اور پس پردہ بڑے اچھے انداز سے مسلمانوں کو عیسائیت کی خوبیوں سے آگاہ کرنا شروع کیا۔

۲۔ سنجیدگی اور خوبصورتی سے عقلی دلائل دیکر مسلمانوں کے اہم عقائد میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی اس پر مختلف قسم کے اعتراضات کرکے طلبا اور نوجوانوں کے ذہن کو بگاڑنا شروع کیا۔ ان کے خادم اور کچھے فہم اور سمجھ سے فائدہ اٹھا کر ان کو اسلام کے خلاف صف آرا کرنے کی کوشش کی۔

۳۔ حکومت اور سلطنت کا رعب ڈال کر ذہنوں کو مسموم اور متاثر کرنے کی ناکام کوشش کی لیکن ؎

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

مسلمانوں نے ان میں سے کسی کی پرواہ نہیں کی، برطانوی پادری کے کسی جھانسے میں نہیں آئے۔ اپنے فقر و فاقہ کے باوجود اپنے ابدی اور لافانی دین پر جمے رہے اور اتنی زبردست کوشش کے باوجود ایک فیصد مسلمانوں نے بھی عیسائیت قبول نہیں کیا۔ اور اگر کیا بھی تو غیر مسلم اور ہندوؤں نے تھوڑی تعداد میں عیسائیت کو قبول کیا۔

حالات کی تبدیلی

پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ برصغیر اور مسلم ممالک سے برطانیہ کی گرفت ڈھیلی ہوتی چلی گئی۔ اور بالآخر اس کی حکومت نے ان ممالک سے اپنا ڈیرا اٹھالیا، اس وقت یہ حکومت انگلینڈ تک ہی سکڑی پڑی ہے اور یہیں اپنے ہاتھ پیر مار رہی ہے۔

جب یہ برصغیر سے واپس آرہی تھی تو خدا جانے ان کو کیا ہوا کہ باہر کے ملکوں سے بہت سے لوگوں کو برطانیہ میں بلانا اور ان کو بسانا شروع کیا۔ ایک چھوٹی سی وجہ تو ضرور تھی کہ دوسری جنگ عظیم میں بے پناہ لوگ مارے گئے تھے جس کی وجہ سے برطانیہ کی زمین آدمیوں سے خالی ہوگئی تھی خصوصاً مرد حضرات کافی تعداد میں جنگ میں کام آگئے تھے، اور یہاں فیکٹری چلانے کے لیے مزدوروں کی بڑی کمی واقع ہوگئی تھی جس کے لیے باہر سے لوگوں کا منگوانا ضروری بھی تھا لیکن جس کثرت اور بہتات کے ساتھ لوگوں کو بلوایا اور ساری سہولتیں دیکر ان کو برطانیہ میں بسایا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر انھوں نے ایسا کیوں کیا اور ابھی تک کیوں لوگوں کو بلاتے چلے جارہے ہیں۔

اسلام اور قرآن

خدا کا کرشمہ دیکھئے کہ انسانوں کے سیلاب میں انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش اور عرب ممالک سے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ برطانیہ میں آگئی ہے۔ بلکہ یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی ان کی تعداد کثرت سے آباد ہوگئی ہے، یوروپین لوگ یہ سمجھتے رہے کہ مسلمانوں کی اگلی نسل اسلام اور قرآن کو بھول جائے گی۔ ان کی اولاد یہاں کی پیداوار ہوگی۔ اس لیے یہ لوگ یہاں کی رنگ رلیوں میں مست ہوکر دین اور مذہب کو فراموش کردیں گے، لیکن حفاظت دین کے لیے اللہ کی جانب سے کچھ عجیب کرشمے ظاہر ہوئے ان مسلمانوں کو یہاں کی سہولتیں اور فراوانیاں ملیں تو فراغت میں انھوں نے دین کی طرف خصوصی توجہ دی، اپنی اولاد کو تبلیغی جماعت میں بھیجنا شروع کیا۔ ان کو مکتب میں قرآن شریف اور موٹے موٹے مسائل پڑھانا لازمی سمجھا۔ اور علماء کی تعداد بڑھانے کے لیے اپنی اولاد کو مدارس میں داخل کیا، انھے دینی کاموں کو فروغ دینے کے لیے جہاں جہاں دیہاتوں اور شہروں میں مسلمان آباد تھے وہاں

مسجدیں تعمیر کیں اور ان کے ساتھ ہی اچھے انداز میں مکاتب قائم کئے اور بڑے بڑے مدرسے قائم کئے آج یورپ اور برطانیہ کے بڑے بڑے شہروں میں درجنوں مسجدیں، بڑے بڑے مکاتب اور سیکڑوں دارالعلوم اور طلبہ اور طالبات کے لیے جامعات قائم ہوچکے ہیں اور مزید قائم ہوتے چلے جارہے ہیں مساجد و مدارس کی تعمیر کی رفتار اتنی تیز ہے کہ لگتا ہے کہ دس بیس سال میں یہاں انڈیا پاکستان کی طرح کثرت سے بڑے بڑے دارالعلوم تعمیر ہوجائیں گے۔ (خدا کرے کہ کسی کی نظر بد نہ لگے اور ایسا ہی ہو) یہاں علماء اور حفاظ کی تعداد اتنی ہوچکی ہے کہ اکثر و بیشتر مساجد میں تراویح کے موقع پر پہلی پوری صف تقریباً علماء اور حفاظ کی ہوتی ہے جب محراب سنانے والے زبر یا زیر کی غلطی کرتے ہیں تو ان کو لقمہ دینے کے لیے بیک وقت درجنوں آوازیں گونج جاتی ہیں، دیار غیر میں یہ سماں اور صدائیں اتنی سحر آفریں ہوتیں ہیں کہ آدمی وجد میں آکر جھوم جاتا ہے۔

اب گرجا گھروں کی جگہ مساجد اور مدارس اسلامیہ

جن چرچوں اور گرجاؤں کو انگریزوں نے اسلام کو تباہ کرنے کے لیے تعمیر کیے تھے اور وہاں سے اسلام پر حملہ کرنے کے لیے تشکیک اعتراضات کے بڑے بڑے بم اور گولے تیار کرتے تھے انکے خالی اور غیر آباد ہونے کی بنا پر مسلمانوں نے سستے داموں میں خرید خرید کر ان کو مسجد بنا لیا یا مدرسہ اور مکاتب میں تبدیل کردیا۔ آج علماء اور حفاظ ان چرچوں میں بیٹھ کر بڑی خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے ہیں۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ حجر)

ترجمہ:۔ ہم نے ہی قرآن کریم کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی قیامت تک حفاظت کریں گے۔

مسجد میں تبدیل شدہ چرچوں میں بیٹھ کر جب اس آیت کو پڑھتے ہیں تو ہمارے تعجب کی انتہا نہیں رہتی کہ جن چرچوں کے بنانے والے قرآن کریم کو مٹانے کے لیے کیسی کیسی اسکیمیں بناتے تھے۔ خداوند کریم نے آج ان چرچوں کو خالی کردیا اور وہیں سے یہ پیغام سنایا کہ ہم نے قرآن کو قیامت تک کے لیے اتارا ہے اور ہم قیامت تک اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اسکیم بنانے والوں کی اسکیم فیل ہوجائے گی۔ اور انھیں کے گھروں سے یہ آواز آئے گی کہ ہم ہی مختلف طریقوں سے قرآن کی حفاظت کریں گے۔ اور قرآن کریم کو ہم اپنے بندوں کے قلب و جگر میں اتار دیں گے اس سے ان کے سینوں کو بسائیں گے۔

جب برصغیر کے مسلمانوں پر پورے لاؤ لشکر کے ساتھ پادریوں کی طرف سے یلغار ہو رہی تھی اور مسلمان شکست و خوردگی کے عالم میں تھے تو اس وقت کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ بہت جلد انگلینڈ کے چرچ ان کے ماننے والوں سے خالی ہوجائیں گے اور مسلمان بہت سستے داموں میں ان کو خرید کر ان میں قرآن پاک کے ابدی اور لافانی پیغام کو لوگوں کو سنائیں گے، حفاظت قرآن کے اس خدائی کرشمے کو دیکھ کر ہر صاحب نظر حیران ہوجاتا ہے اور اقبال کی زبان میں بے ساختہ بول اٹھتا ہے ؎

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے۔

بھلا کے تاریخ فراموش کرے گی کیسے
ہم کردار محبت ہے زمانے والو

بقیہ: شیخ عبدالفتاح ابوغدہ

نظر پڑتی ہے تو غم و سرور کے ملے جلے جذبات امڈنے لگتے ہیں۔

شیخ نے عمر کی ۸۰ بہاریں دیکھیں اور ایک خالی زندگی کے زندہ جاوید نقوش و آثار چھوڑ کر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے، اور علم کے خزانہ عامرہ کے ساتھ باقیات صالحات میں ذریت صالحہ بھی ہے آپ نے تین صاحبزادگان اور آٹھ صاحبزادیاں کو چھوڑا۔ خدائے تعالیٰ عمر و عمل و علم میں برکت عطا فرمائے اور صبر جمیل سے نواز کر سلف صالح کے طریق پر گامزن رکھے، اور شیخ رحمہ اللہ کو انبیاء و صالحین کے پڑوس میں محشور فرماکر اپنی خاص عنایت و رحمت سے نوازے۔

بقیہ: انسانیت آج بھی محتاج ہے

اس نتیجہ پر پہونچ جائیں گے کہ انسانیت جس طرح اس زمانہ میں آپ کی ہدایت کی محتاج تھی آج بھی اسی طرح ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ یہ احتیاج بھی قائم رہے گا۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، فالج
دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے
لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا
دل آرام تیل رجسٹرڈ ۹۸ء
تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ
اسٹاکسٹ:۔ ہارون جنرل اسٹور چکنڈی لکھنؤ۔
نوٹ:۔ جانڈس دھات لکوریا شوگر کے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س:۔ کیا زوال کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں؟

ج:۔ ہاں! زوال کے وقت یعنی ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ سورج سر پر ہو نہ نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں لیکن تلاوت کلام پاک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

س:۔ کیا زکوٰۃ کے روپیوں سے قرآن پاک ہدیہ لے کر زکوٰۃ کے مستحقین کو دے سکتے ہیں؟

ج:۔ ہاں! زکوٰۃ کی رقم سے قرآن مجید ہدیہ لے کر زکوٰۃ کے مستحقین کو مالک بنا دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

س:۔ کسی سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں، جبکہ جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ بھروسہ کرلے۔؟

ج:۔ ایفاء عہد شرعاً لازم ہے اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد گرامی ہے" وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں اس میں سے ایک یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو وعدہ وفا نہ کرے۔

س:۔ مجمع میں اپنے سے بڑوں کی معمولی سی غلطی پر ٹوکنا یا اصلاح کرنا کہاں تک درست ہے؟

ج:۔ اصلاح کے لئے خواہ بڑوں کی اصلاح مقصود ہو یا چھوٹوں کی، ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس میں اس کی ہتک اور سبکی نہ ہو۔

س:۔ ایک شخص کے مصنوعی دانت لگے ہوئے ہیں تو کیا اسے غسل جنابت کرتے وقت ان کا نکالنا لازمی ہے؟

ج:۔ نہیں! دانت نکالنے کی ضرورت نہیں ہے، بغیر نکالے ہوئے غسل درست ہو جائے گا۔

س:۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان گناہ کرتا ہے پھر اس سے توبہ کرتا ہے اور پھر وہ دوبارہ وہی کام کرتا ہے جس سے توبہ کی تھی اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔؟

ج:۔ گناہ تو ہرگز نہیں کرنا چاہئے اور یہی ارادہ ہونا چاہئے کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا لیکن اگر ہو جائے تو توبہ ضرور کرنا چاہئے، اگر خدانخواستہ دن میں ستر مرتبہ گناہ ہو جائے تو ہر مرتبہ توبہ ضرور کرنا چاہئے اگر آدمی کا خاتمہ توبہ پر ہوا تو انشاء اللہ وہ مغفور ہوگا۔

س:۔ کیا ایسے کیسٹ کو چھو سکتے ہیں جس میں قرآن مجید ریکارڈ کیا گیا ہو؟

ج:۔ ہاں! ایسے کیسٹ کو چھونا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔

س:۔ کیا ایک مؤذن دو مسجدوں میں اذان دے سکتا ہے؟

ج:۔ ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے، لہٰذا ہر مسجد میں الگ الگ مؤذن کے اذان دینے کا نظم ہونا چاہئے کیونکہ مؤذن ایک مسجد میں دوسروں کو نماز پڑھنے کے لئے بلا رہا ہے اور خود اس کے لئے تیار نہیں ہے۔

س:۔ گھر میں تنہا نماز پڑھنے والا اقامت کہے یا نہیں؟

ج:۔ مکان میں تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے محلہ کی مسجد کی اقامت کافی ہے، لیکن اقامت کہہ لینا بہتر ہے، عورتوں کے لئے اقامت کہنا مکروہ ہے۔

س:۔ اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے یا خلاف سنت ہے؟

ج:۔ اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے لہٰذا افضل تو یہی ہوگا کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں لیکن دعا میں ہاتھ اٹھانے کا ثبوت احادیث شریفہ سے ملتا ہے لہٰذا اذان کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کو سنت کی خلاف ورزی نہیں کہا جائے گا۔

س:۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی لیکن وہ ابھی طلاق کی عدت گزار رہی ہے تو کیا اس کی بہن سے عقد کر سکتے ہیں؟

ج:۔ جب تک مطلقہ طلاق کی عدت نہ گزار لے اس کی بہن، خالہ، بھتیجی اور بھانجی، پھوپھی سے نکاح ناجائز ہوگا جیسا کہ زوجہ کے عقد میں رہتے ہوئے مذکورہ عورتوں سے عقد ناجائز ہے۔

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری مٹھائی: بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائناپل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شیرینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴، اکرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸ ۔

سیرت سلطان ٹیپو شہید

مولوی محمد الیاس ندوی کی کتاب پر تأثرات

شمس الحق ندوی

"لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی حیات ہے"

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ"۔ (آل عمران۔ ۱۶۹) اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔

آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے شہید کے لئے جس حیات کی خوشخبری دی ہے اس میں شہید کے چھوڑے ہوئے آثار کی بقاء، ان کی شہرت، اشاعت، ان کے ناموں اور کارناموں سے لوگوں کا شغف بھی اس مفہوم میں شامل ہے۔"

صلا شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

یہ ایک ایسے فائد و مجاہد کے حالات کا بیان ہے جو قربانی اور سرفروشی کی راہ کا مسافر تھا جس نے قوم اور ملت کی سربلندی کے لئے جان کی بازی لگادی اور صحیفۂ عالم پر اپنے دوام کی مہر لگا دی ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

ٹیپو سلطان کا نام آتے ہی ایک غیرت مند و باحمیت پاسبانِ دین و شریعت، ملک و ملت کے نگہبان حکمرانی و فرماں روائی کے ساتھ احکاماتِ شریعت کے پابند، عالم و علم دوست مجاہد و جانباز سپاہی کی تصویر نگاہوں میں پھرنے لگتی ہے، اور نسیم حجازی کے الفاظ "اور تلوار ٹوٹ گئی" بڑی حسرت کے ساتھ خیال میں گردش کرنے لگتے ہیں جو انھوں نے ٹیپو سلطان پر اپنے ناول کے نام کے طور پر لکھا ہے، کسی مردِ مجاہد کی بے بسی کی اس سے زیادہ تصویر کشی کیا کی جا سکتی ہے کہ میدان کارزار اور دشمنوں کی یلغار میں مجاہد اپنا جوہر مردانگی دکھا رہا ہے کشتوں کے پشتے لگا رہا ہے کہ یکایک اس کی تلوار ٹوٹ جاتی ہے جو اپنوں کی غداری کی شکل میں حقیقت بن کر سامنے آئی ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با ما آنچہ کرد آں آشناں کرد

پوری تاریخ اسلام میں جب جب مسلمانوں کو نقصان پہونچا ہے اس میں اکثر اپنوں ہی کی غداری کا ہاتھ رہا ہے اور یہ غدارانِ قوم ابن علقمی سے لے کر میر جعفر و صادق تک اکثر شیعہ رہے ہیں۔

سلطان شہید کو جہاں اپنوں کی غداری کے سبب قدم قدم پر نہایت روح فرسا حالات سے گزرنا پڑا حتیٰ کہ جان جان آفریں کی نذر کر دی۔ وہیں اس کے وہ وفادار و جاں نثار سپاہی بھی تھے جن کے بارے میں حفیظ جالندھری کے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے ؎

اثر انداز تھا شوقِ شہادت جاں نثاروں پر
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھار اوپر

ان مؤمن بندوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ

"مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" (احزاب ۲۳)

مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں جنھوں نے اقرار کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے (قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔

جس وقت ہم قلعہ کے اندر اور باہر کے آخری معرکہ کے حالات پڑھتے ہیں دل کانپ کانپ جاتا ہے کہ کیا ضمیر فروشی انسان کو یہاں تک پہونچا سکتی ہے صرف اس دن جو سلطان کی شہادت کا دن تھا اس کے بارہ ہزار سپاہیوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

ضرورت تھی کہ ایسے شہید وفا اور پاک دل و پاک باز، ملک و ملت اور قوم و وطن کی حفاظت و خدمت میں سرشار، ملک ہند میں ظالم بدیسیوں کے بڑھتے ہوئے اثرات، اور مکاری و عیاری کے ساتھ اپنے دائرۂ حکومت کو بڑھا کر پورے ملک پر قبضہ کرنے کے منصوبہ کو خاک میں ملانے کا حوصلہ رکھنے والے اور اس کے لئے جان پر کھیل جانے والے مرد مجاہد کے حالات زندگی پر کوئی مفصل کتاب شائع ہوتی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ جن کی تاریخ پر گہری نظر ہے اس کی بڑی آرزو رکھتے تھے کہ سلطان شہید پر کوئی مفصل کتاب سامنے آئے جو آنے والی نسلوں میں دینی غیرت و حمیت بیدار کرنے اور دل میں ایمان و یقین کی دبی ہوئی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنا دینے کا کام دے۔ چنانچہ جب مولانا مدظلہ کو مولوی محمد الیاس صاحب بھٹکلی ندوی کے اس موضوع پر کتاب لکھنے کا علم ہوا تو بڑی مسرت

کا اظہار فرمایا اور ہمت افزائی ہی نہیں بلکہ پوری سرپرستی فرمائی۔ مولوی الیاس صاحب ندوی نے اس عظیم الشان کام کو بڑی خوبی سے انجام دیا اور بقول حضرت مولانا مدظلہ "خدا کا شکر ہے کہ انھوں نے اپنے مطالعہ و واقفیت، تعلق قلبی اور حمیت دینی کی بنا پر بڑی لیاقت و محنت کے ساتھ یہ کام انجام دیا ہے"

مصنف کتاب کی یہ محنت و کاوش ایک ایسے مجاہد کی داستانِ حیات کا آئینہ سامنے کر دیتی ہے جس سے ملت اسلامیہ کے نوجوانوں میں دینی غیرت و حمیت انگڑائی لے اور ان کے اندر ملک و ملت کی خدمت کا جوش و ولولہ پیدا ہو۔

کتاب کے بارے میں پروفیسر خلیق احمد نظامی جیسے مؤرخ کی شہادت بڑی وقعت رکھتی ہے وہ فرماتے ہیں" انھوں نے (یعنی محمد الیاس ندوی) سلطان شہید کی یہ دلآویز تصویر بڑی تحقیق و جستجو سے تیار کی ہے اور زندگی کے ہر گوشہ پر روشنی ڈالی ہے۔[1]

پروفیسر خلیق احمد نظامی ہی کے الفاظ میں جو انھوں نے کتاب کے پیش لفظ میں تحریر فرمائے ہیں" ٹیپو سلطان کی شخصیت بہت جامع تھی، اس کے مجاہدانہ جذبات کے پیچھے ایک درد مند دل اور دلنواز شخصیت تھی، جس کو دین کی اعلیٰ قدروں کے احترام نے اور زیادہ دلکش بنا دیا تھا اس نے انگریزوں کے خلاف تحریک کو پوری سیاسی بصیرت، عسکری مضبوطی اور بین الاقوامی تعاون کے ساتھ آگے بڑھانے کی کوشش کی۔

کتاب پچیس[2] ابواب پر مشتمل ہے جس میں سلطان کی سیرت ان کے کردار، عالمانہ و مدبرانہ صفات، سپاہیانہ کارناموں اور حوصلہ مندیوں کے ساتھ ساتھ عادلانہ نظام حکومت، قوم و ملت کے ساتھ منصفانہ برتاؤ ایسے وقت میں جبکہ باقی ہندوستان کے نواب اور راجے اپنی رعایا کی ہڈیوں پر عشرت کدے تیار کر رہے تھے، کا سراپا آگیا ہے، سلطان شہید کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ بارہویں صدی ہجری سے لے کر اس وقت تک ہندوستان و عالم اسلام کے سیاسی، دینی، اخلاقی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے خود ہندوستان کے حالات کیا تھے حکومتیں کس طرح بنتی بگڑتی رہتی تھیں قومی و علاقائی جنگوں، رعایا پر ظلم و جور کے کیسے کیسے جانگداز حالات مختلف خطوں اور علاقوں کے راجوں مہاراجوں کے دائرۂ اثر میں پیش آتے رہتے تھے ان سب پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، انگریزوں کی دسیسہ کاریوں، راجوں مہاراجوں اور نوابین کو اپنے دام فریب میں پھانس کر وہ ملک پر کس طرح قابض ہوتے جا رہے تھے انکلابے درماں کی پیش بندی بلکہ ان کو ملک سے نکال باہر کرنے کے لئے سلطنت خداداد کے بانی سلطان ٹیپو کے پدر بزرگوار حیدر علی پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود کیسی سیاسی بصیرت سوجھ بوجھ اور موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے ان بدیسیوں کا مقابلہ کر رہے تھے خود سلطان ٹیپو کو پڑھانے لکھانے کے ساتھ فن سپہ گری میں کتنا ماہر بنا دیا تھا اس سب کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

یہ خدا کی شانِ بے نیازی ہے کہ عین انھیں نازک حالات میں حیدر علی کا وقت آخر آجاتا ہے اور اس کی مہم کا بارِ گراں اس کا جواں سال فرزند بلند اقبال سلطان ٹیپو سنبھال لیتا ہے اور پھر ہندوستان کی تحریک آزادی میں ایسے سنہرے باب کا اضافہ کرتا ہے اور حکمرانی و فرمانروائی کا ایسا عادلانہ، مجاہدانہ اور سرفروشانہ نقش قائم کرتا ہے جس کی مثال اس سے بہت پہلے اور بہت بعد تک نہیں ملتی، اور اس کی انتہا حضرت سید احمد شہید کی تحریک جہاد پر ہوتی ہے۔

کتاب کے ابواب کی فہرست ہی سے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اس مرد مجاہد نے ملک و ملت، قوم و وطن، انسانی و اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر اپنے پیچھے آنے والی نسل کو جو پیغام دیا ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔

کتاب مجلس تحقیقات و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے جو اس کے مستند و معیاری ہونے کی دلیل ہے۔ کتاب کا معیارِ کتابت و طباعت بہت اعلیٰ ہے، قیمت ایک سو روپیہ ہے۔ البتہ کتاب میں زبان و ترکیب کی بعض تسامحات نظر سے گذریں ممکن ہے پروف ریڈنگ کی غلطی ہو آئندہ ایڈیشن میں یہ درست کر دی جائیں گی چند نمونے درج ذیل ہیں:

ص ۸۹ سطر ۱۲ غلط" اپنی فرزند" صحیح" اپنے فرزند" ص ۱۰۴ "بصالت جنگ۔ بسالت جنگ" ایک ہی شخص کا نام ص اور س کے فرق سے لکھا ہے، ص ۱۱۳ سطر ۳ "یہ اس کی ضمیر کے خلاف تھا"۔ یہ اس کے ضمیر کے خلاف تھا۔

اس طرح کی اور بعض تسامحات ہیں لیکن ان سے کتاب کی قدر و قیمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

---

[1] پرانے چراغ۔ [2] میں غیروں پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے ہی پہ رونا آتا ہے کہ ہمیں اپنوں ہی نے نقصان پہنچایا۔
[3] مقدمہ کتاب ھٰذا
[4] از پیش لفظ خلیق احمد نظامی [5] حوالہ سابق

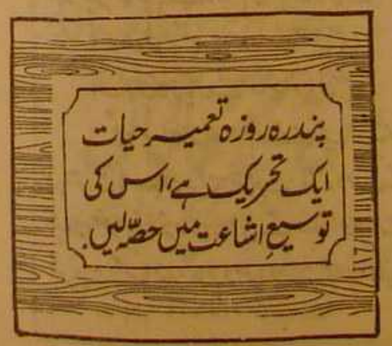

نابغۂ روزگار ممتاز محدث علامہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ

تأثرات و حالات

(تیسری و آخری قسط)

علی احمد ندوی (ریاض)

۱۔ حدیث شریف اور اس کے بنیادی علوم و اصول

اس موضوع پر جو شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ کا اصل موضوع ہے۔ متعدد گراں مایہ و قابل قدر خدمات و تحقیقات و تصنیفات ہیں جن میں سے اہم کتابیں حسب ذیل ہیں:

شیخ نے "سنن النسائی" پر۔ جو صحاح ستہ یعنی حدیث کی مشہور چھ کتابوں میں سے ہے۔ محققانہ مقدمہ لکھا اور بہت اہتمام و اتقان کے ساتھ دوبارہ شائع کیا اور اس کی شاندار فہارس تیار کیں اور ان کی تکمیل میں مسلسل تین سال صرف کئے اس محنت و خدمت سے کتابوں کے مضامین تک رسائی بہت آسان ہو گئی اور یہ وہ کتاب ہے جس کی فہارس کی ترتیب و تنظیم میں صعوبتوں کو دیکھ کر اب تک اس کی شایان شان تحقیق سے گریز کیا گیا تھا۔

اصول حدیث کے موضوع پر مختصر و مفصل کئی کتابوں کی تحقیق کی اور بہت فاضلانہ حواشی لکھے۔ مختصر و جامع کتابوں میں امام شمس الدین ذہبی کی" الموقظة فی علم مصطلح الحدیث" علامہ ابن طبلی حنفی کی" قفو الأثر فی صفو علوم الأثر" اور امام مرتضیٰ بلگرامی زبیدی کی "بغیة الأدیب فی مصطلح آداب الحبیب" قابل ذکر ہیں۔

اس موضوع کی مفصل کتابوں میں علامہ طاہر جزائری دمشقی کی عظیم کتاب" توجیہ النظر الی أصول الأثر" کی تحقیق ہے، یہ کتاب پچاس سال قبل مدینہ منورہ سے شائع ہوئی تھی لیکن شیخ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر دوبارہ اس کی اشاعت کا اہتمام کیا، اب دو ضخیم جلدوں میں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔

شیخ نے حدیث ضعیف و حدیث موضوع کی شناخت اور اس کے اصول کے سلسلہ میں علامہ ابن القیمؒ کی" المنار المنیف فی الصحیح والضعیف" کی تحقیق کی اور یہ اپنے موضوع پر پر مغز و منفرد کتاب ہے اس لئے کہ مصنف نے اس میں ایسے اصول و ضوابط پیش کئے ہیں جن کی روشنی میں صحیح و ضعیف حدیث کے خد و خال صاف عیاں ہو جاتے ہیں اکثر مقامات میں شیخ نے بڑے وقیع حواشی لکھے ہیں جن سے کتاب کی قدر و قیمت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

اسی طور پر دوسری کتاب ملا علی قاری کی" الموضوع فی معرفة الموضوع" ہے شیخ نے اس کو ایڈٹ کیا ہے اور کتاب کے آغاز میں بیس سے زائد صفحات میں بڑا فاضلانہ و بصیرت افروز مقدمہ لکھا ہے۔

اسی علوم حدیث کے دائرہ میں شیخ نے فخر المتاخرین علامہ عبد الحی لکھنوی فرنگی محلیؒ کی متعدد اہم کتابوں کو تحقیق و تعلیق کے ساتھ بہت کاوش و محنت کے ساتھ ایڈٹ کیا ہے۔ ان میں سے تین کتابیں بہت اہم ہیں۔

کتاب الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل

یہ اصول جرح و تعدیل پر ایک نفیس رسالہ ہے لیکن شیخ نے اپنے قیمتی حواشی سے اس موضوع کو مزید صیقل کر دیا ہے اور روایت حدیث کرنے والے افراد کو جانچنے پرکھنے کے لئے محدثین نے جو میزان و ترازوئے عدل نصب کی تھی اس کے صحیح معیار کا اس کتاب سے اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الکاملة

یہ بیس صفحات پر مشتمل مولانا عبد الحیؒ کا ایک رسالہ ہے جو حدیث و فقہ کے بعض موضوعات پر استکالات کا مدلل و تشفی بخش جواب ہے، شیخ نے اپنی تحقیقات سے مزید جلا دے کر ایک جدید شکل عطا کی ہے اور ۳۰۰ صفحات میں شائع کیا ہے۔

ظفر الامانی فی شرح مختصر السید الشریف الجرجانی:

یہ کتاب اصولاً علامہ شریف جرجانی کے اصول حدیث پر ایک جامع متن کی شرح ہے جو علامہ عبد الحیؒ کے قلم سے ہے۔ اس کتاب میں علم حدیث شریف سے متعلق دقیق موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور بعض پیچیدہ و نزاعی مسائل جیسے حدیث ضعیف پر عمل کے سلسلہ میں محدثین کی آرا کا علمی تجزیہ کیا گیا ہے، لیکن شیخ نے برسوں میں اس کی تحقیق مکمل کی اور اپنے بیش بہا نادر نقول و حواشی سے اس کو اس طرح سنوارا ہے کہ اپنے موضوع پر ایک جامع ترین کتاب کی شکل اختیار کر لی ہے۔

حدیث شریف کے ان عظیم موضوعات پر نفیس کتابوں پر حواشی سے قطع نظر شیخ نے علوم حدیث کی تاریخ سے متعلق ایک مستقل مفید کتاب" لمحات من تاریخ السنة وعلوم الحدیث" کے عنوان سے بھی تیار کی ہے جو قابل دید ہے۔ اور اسی موضوع کی تکمیل کے طور پر آپ کی دوسری دو کتابیں" الامداد من الدین" اور" صفحة مشرقة من تاریخ سماع المحدثین" بھی قابل ذکر ہیں۔

۲۔ فقہ و اصول فقہ:

شیخ نے شام اور مصر کے بلند پایہ اور چوٹی کے علماء سے فقہ و اصول فقہ کی تحصیل کی تھی، اور اس میدان میں تالیف و تحقیق پر بھی شروع ہی سے توجہ مرکوز کی تھی اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی امام بن حزم ظاہری کی ضخیم کتاب "المحلی" کے مسائل پر فہرست اور ابن حزم کے اجتہادی آراء کی تلخیص و تنظیم سے متعلق تیار کردہ کتاب ہے جو "فقہ ابن حزم الظاہری" کے نام سے اول بار کلیۃ الشریعہ جامعہ دمشق کی طرف سے شائع ہوئی تھی اور اس کا منصوبہ استاذ جلیل مصطفیٰ زرقاء صاحب کی زیر نگرانی عمل میں آیا تھا اور شیخ عبدالفتاحؒ کے ایک رفیق کار نے اس کی ابتداء کی تھی لیکن پھر اس کی تکمیل شیخؒ نے کی اور بیشتر کام آپ ہی کے ہاتھوں انجام پایا۔

شیخ نے حضرت ملا علی قاری کی کتاب "فتح باب العنایۃ بشرح کتاب النقایۃ" کی تحقیق کا آغاز بھی ۱۳۸۶ھ سے کر دیا تھا اور اس کا جزء اول ۱۳۹۶ھ میں شائع ہو گیا تھا، یہ کتاب روایت و درایت کی جامعیت میں اپنی مثال نہیں رکھتی، اس کو ابن الہمام کی "فتح القدیر" کا خلاصہ کیا جا سکتا ہے اسی اہمیت کے پیش نظر شیخ نے اس کے نایاب نسخہ کی تلاش میں بہت جستجو کی تھی اور اس کے حصول کے لیے جس طرح پریشاں و سرگرداں رہے اور کس طرح برسوں کے بعد مکہ معظمہ کی ایک گلی میں بخارا کے ایک تاجر کے ذریعہ دستیاب ہوئی ہے ایک دلچسپ و دلآویز و سبق آموز قصہ ہے بلکہ شیخ کے اخلاص کی بین دلیل ہے، لیکن افسوس کہ اس کتاب پر کام مکمل نہیں ہو سکا، اگرچہ شیخ نے اس کا پورا لائحۂ عمل و طریقۂ کار تیار کر دیا تھا، امید ہے کہ اس کی روشنی میں شیخ کے فرزند ارجمند شیخ سلمان اور دیگر معاونین کی کوشش و محنت سے انشاء اللہ جلد پائے تکمیل کو پہونچ جائے گی۔

سلسلۂ فقہ کی آخری طلائی کڑی شیخ کی تازہ ترین کتاب "من فقہاء العالم الاسلامی فی القرن الرابع عشر" ہے۔ اس کتاب میں آخری دور کے چھ برگزیدہ و عالی مقام فقہاء کے حالات زندگی اور ان کے فقہ میں رسوخ و بصیرت کے نمونے پیش کئے گئے ہیں جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ احمد زرقاءؒ:

(استاذ زرقاء صاحب کے والد ماجد) شیخ عبدالفتاحؒ موصوف کی مشہور کتاب "شرح القواعد الفقہیہ" پر مفصل مقدمہ بھی لکھ چکے ہیں۔

۲۔ علامہ جلیل حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ، اس کتاب میں آپ کی حدیث و فقہ میں جامعیت کو واضح کیا گیا ہے۔

۳۔ علامہ عیسیٰ منونؒ، موصوف شیخ کے ازہری اساتذہ میں سے ہیں، فقہ شافعی اور اصول فقہ میں غیر معمولی عبور حاصل تھا اور آپ کی اصول فقہ کے مشکل و وسیع و اہم موضوع "قیاس" پر "نبراس العقول" کے نام سے بہت مفصل و محققانہ کتاب ہے۔

۴۔ علامہ محمد بن حسن حجوی مالکی، شیخ نے آپ کے فقہی مقام اور فکر کو موصوف کی مشہور ضخیم کتاب "الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی" کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

۵۔ علامہ محمد بن ابراہیم حنبلی، آپ سعودی عرب کے اپنے عہد میں سب سے معتبر مفتی تھے، موصوف کی مذہب حنبلی پر عمیق و وسیع نظر تھی اور جدید پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے میں خاص مہارت تھی، جس کا اندازہ آپ کے مجموعۂ فتاویٰ سے ہوتا ہے۔ جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

۶۔ علامہ احمد ابراہیم بک۔ آپ اپنے دور کے استاذ الاساتذہ ہیں، شیخ عبدالفتاحؒ برسوں پہلے موصوف کی کتاب "المعاملات الشرعیۃ" پر مقدمہ لکھ چکے ہیں اور بحاطور پر مصنف کو "فقیہ العصر و مجدد الاسلوب" کے لقب سے متصف کیا ہے۔ اس لئے کہ شیخ احمد ابراہیم نے فقہ کے مشکل مسائل کو سلیس اسلوب میں لکھا ہے اور بلا مبالغہ پانچ ہزار سے زائد صفحات مختلف موضوعات پر لکھے ہیں، آپ کے تلامذہ میں شیخ محمد ابوزہرہ، شیخ عبدالوہاب خلاف استاذ علی الخفیف جیسے نامور لوگ ہیں اور شیخ احمد کا فیض و اثر ان حضرات کی کتابوں میں بھی نمایاں ہے۔

اصول فقہ کے موضوع پر شیخ علامہ شوکانی کی "ارشاد الفحول الی علم الاصول" کی از سر نو تحقیق کرنا چاہتے تھے، اس لئے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر متاخرین علماء اصول کی کتابوں اور آراء کا خلاصہ ہے لیکن صرف اس کی شروعات کی تھی اور اس کی تحقیق کے لئے فارغ نہیں ہو سکے۔

البتہ فقہ و اصول فقہ و قضاء کے ملے جلے موضوعات پر مشتمل امام شہاب الدین قرافی مصری مالکی کی کتاب "الاحکام فی تمییز الفتاویٰ عن الأحکام و تصرفات القاضی والامام" کی تحقیق ہے۔ جو اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے اور فقہ و قضاء کے اصول پر حاوی ہے اور ان موضوعات سے نسبت و مناسبت رکھنے والوں کے لئے تحفہ ہے اور اس کا مطالعہ علامہ قرافی کی دیگر کتابوں "الذخیرۃ" اور "الفروق" اور "انفاس الاصول" کی طرح بہت مفید ہے۔ اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخ نے اس کتاب پر تحقیق کا بیشتر کام ۱۳۸۶ھ میں "تدمر" کی جیل میں قید و بند کی زندگی کے دوران انجام دیا۔

فقہ و اصول فقہ کی تحقیقات کے زمرہ میں شیخ نے فقہ اسلامی کے اہم شعبہ "معاملات مالیہ" یعنی اقتصاد اسلامی کے قدیم و مراجع پر خصوصی توجہ دی، اور اس موضوع سے مربوط چند بنیادی

کتابوں کی جدید طرز پر تحقیق کی تاکہ اقتصاد اسلامی پر کام کرنے والوں کے لئے شرعی اصول واضح ہو جائیں اور ان کی روشنی میں مزید پیش رفت ہوتی رہے، اس پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے شیخ نے حسب ذیل کتابوں کو اپنا محور تحقیق بنایا۔

امام محمد بن الحسن (تلمیذ امام ابوحنیفہ) کی کتاب "الکسب"۔ جو امام سرخسی کی شرح کے ساتھ مطبوع ہے۔ اس کو جدید قالب و مفید تعلیق کے ساتھ ایڈیٹ کیا۔

"البحث علی التجارۃ و الصناعۃ والعمل" یہ تیسری صدی کے مشہور امام ابوبکر خلال کی مختصر اور اپنے موضوع پر نفیس نقول و اقوال پر مشتمل کتاب ہے۔

"رسالۃ الحرام والحلال و بغض قواعدھما" یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اہم رسالہ ہے، جو ضخیم فتاویٰ میں موجود ہے لیکن شیخ نے ان اصول کی اہمیت و افادیت کو دیکھتے ہوئے مستقل علاحدہ تحقیق و تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے۔

۴۔ سیرت طیبہ:۔ اس موضوع سے شیخ کو قلبی لگاؤ تھا اور سیرت کے مطالعہ کو ناگزیر سمجھتے تھے اور اس کی بنیاد پر اپنی زندگی کو ڈھالنے اور سنوارنے کی غرض سے ایک زمانہ تک روزانہ امام قاضی عیاض مالکی کی کتاب "الشفا بحقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کا مطالعہ کرتے تھے، اس لئے کہ یہ کتاب اپنے انداز و بیان میں منفرد ہے اور محبت سے لبریز ہے اور مقام نبوت کے آداب سے آگاہ کرتی ہے۔

شیخ نے سیرت طیبہ کے ایک اچھوتے پہلو پر قلم اٹھایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ تعلیم و تربیت کے اصول سے متعلق ہے اور "الرسول المعلم صلی اللہ علیہ وسلم وأسالیبہ فی التعلیم" کے عنوان سے موسوم ہے۔ اصلاً اس موضوع پر شیخ نے ۱۳۸۵ھ میں ایک مقالہ لکھا تھا جو جامعۃ الامام محمد کے طلباء و اساتذہ کے سامنے پڑھا گیا تھا اب دو سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ ایک انوکھی کتاب ہے اور مختلف مجالس ذیل عناوین کے تحت ۱۳۷ احادیث شریفہ کو جمع کر دیا ہے اور متعدد مقامات پر پر مغز و بصیرت افروز شرح بھی کی ہے۔

۵۔ تعلیم و تربیت:۔ اسی سلسلۂ تعلیم کی اہم ترین کتاب "صفحات من صبر العلماء" ہے، پانچ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب شیخ کا شاہکار اور تصنیفی کارنامہ ہے، اس کا مضمون عنوان کتاب سے عیاں ہے، اس پست ہمتی کے دور میں اس کا مطالعہ مہمیز کا کام کرتا ہے اور اس کا چھوٹا سا نمونہ اردو میں مولانا نواب حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانیؒ کی علمائے سلف و ناپیدا علماءؒ کی مختصر جامع کتاب کی شکل میں موجود ہے، یہ کتاب شیخ کی برسوں کی محنت و کاوش کا نچوڑ ہے، خدا کا شکر ہے کہ راقم نے حرفاً حرفاً اس کا مطالعہ کیا اور بہت فائدہ محسوس کیا۔

اسی کتاب کے مزاج و مضمون سے قریب قریب ایک دوسری کتاب "قیمۃ الزمن" کے عنوان سے بھی شیخ نے تصنیف کی ہے جو اپنے موضوع پر پہلی مستقل کتاب ہے اور بار بار لائق مطالعہ ہے، یہ دونوں کتابیں وقت سے بھرپور استفادہ اور تحصیل سے گریز و پرہیز کرنے والے علمائے سلف کے سیرت دکردار اور اس کے مثبت نتائج کو واضح کرتی ہیں۔

۶۔ تزکیہ و سلوک:۔ علم کی افزائش و ترقی کے ساتھ اگر اصلاح قلب کا فقدان ہو اور سلوک زندگی میں استقامت ہو تو انسان کی شخصیت مکمل نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی عالم دین اس جوہر سے سراسر محروم ہو تو عملی زندگی میں دوسروں کے لئے اسوہ نہیں ہو سکتا ہے، شیخ کو اصلاح اعمال و اخلاق کی کس قدر فکر تھی اس کی غمازی آپ کی امام حارث محاسبی کی کتابیں اس میدان میں نقش اول ہیں اور سند و معیار کا درجہ رکھتی ہیں، اور بقول امام عبدالحق اشبیلی مالکی "رسالۃ المسترشدین" کا مطالعہ ہر عالم و غیر عالم کے لئے ناگزیر ہے۔

نیز علامہ ابوالفتح بستی کے منظوم قصیدہ "عنوان الحکم" کی بھی شیخ نے تحقیق کی ہے، یہ کتاب پند و موعظت و حسن سلوک کے پہلوؤں کو موزوں اشعار میں پیش کرتی ہے اور اس سلسلہ میں شیخ کے حسن انتخاب و بالغ نظری کی ترجمان ہے۔

شیخ کی تحقیق کردہ کتابوں کا دائرہ بہت وسیع ہے، تقریباً چھوٹی بڑی پچاس کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور تیس کتابیں نقوش ناتمام ہیں، لیکن ان شاء اللہ ان کا اتمام شیخ کے ہونہار و ذہین صاحبزادے شیخ سلمان کریں گے۔

اب اس مضمون کے اختتام کے طور پر یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت شیخ عبدالفتاحؒ سے برسوں سے شرف و نیاز حاصل تھا، لیکن سات سال سے ریاض کے قیام کے دوران یہ عملی رشتہ زیادہ مستحکم ہو گیا اور شیخ سے رابطہ و تعلق کا سنہرا موقع میسر ہوا، اکثر فون پر بات چیت ہوتی اور شیخ جب اپنے استاذ جلیل مصطفیٰ زرقاء صاحب سے ملاقات کے لئے ہمارے سنٹر "مرکز الحضارۃ الاسلامیۃ" حاضر ہوتے تو راقم بھی علمی مجالس میں شریک ہوتا اور کبھی کبھار شیخ کے دولت خانہ پر بھی جانا ہوتا، شیخ اپنے لطف و نوازش سے نوازتے رہتے، شیخؒ نے اپنی اکثر کتابیں ازراہ عنایت راقم کو ہدیۃً پیش کیں، ناچیز کو شیخ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل نہیں ہو سکا لیکن کثرت ملاقات اور خاص طور پر کتابوں کے مطالعہ سے اس کا بڑی حد تک تدارک ہو گیا۔ اب سانحۂ ارتحال کے بعد آپ کی عطا کردہ ہر کتاب کے سرورق پر شیخ کے نفیس و پاکیزہ خط سے لکھے ہوئے شفقت آمیز کلمات پر

باقی صفحہ ۳۱ پر

مدرسہ فیض العلوم بلہرخورد، بستی کے

سالانہ اجلاس میں اساتذہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شرکت

مشاہدات وتاثرات :- محمد خالد ندوی غازی پوری

مشرقی یوپی کا مردم خیز ضلع بستی اپنی گوناگوں صفات اور مدارس ومکاتب اور علماء کی کثرت سے ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے مورخہ ۲ر جون ۱۹۹۷ء کو مدرسہ فیض العلوم بلہرخورد بستی کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی غرض سے جانا ہوا، یہ مدرسہ تقریباً نصف صدی سے مقامی اور قرب وجوار کے نونہال بچوں میں دینی تعلیم کو بیدار کرنے اور ان میں دین سے لگاؤ اور تعلق پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے یہاں سے تعلیم حاصل کرکے طلباء دارالعلوم ندوۃ العلماء دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور، اور دیگر مدارس سے فارغ ہوچکے ہیں اور بعض ملک کے مشہور ومعروف اداروں میں دینی ودعوتی خدمت انجام دے رہے ہیں یہ مدرسہ اپنے جائے وقوع کے اعتبار سے بھی اہم ہے، گاؤں اور قرب وجوار کی اکثر آبادی غیر مسلموں کی ہے اور انھیں کے زیر اثر عصری تعلیم کے مراکز یہ پرائمری اسکول، ہائی اسکول، اور انٹر کالج قائم ہیں ایسے ماحول میں اگر یہ دینی تعلیم کا ادارہ قائم نہ ہوتا تو مسلمانوں کے معصوم بچے لازماً ان عصری اسکولوں میں پروان چڑھتے اور دین سے نابلد ہوکر خود بیزار اور خدا بیزار ہوجاتے۔

یہاں کے مسلمانوں اور نوجوانوں میں دینی تعلیم کی اہمیت کو بیدار کرنے اور ان کے اندر دینی غیرت اور غلط رسوم ورواج مٹانے، قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کا شعور پیدا کرنے کی غرض سے مدرسہ فیض العلوم کا یہ سالانہ اجلاس ۲ر۳ر جون ۱۹۹۷ء کو منعقد ہوا جس میں راقم سطور اور مولانا محمد طارق صاحب ندوی استاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء مولوی معید اشرف صاحب ندوی منیجر تعمیر حیات مولوی عبداللہ صاحب ندوی پرتاپ گڈھی، مولوی شرف الدین صاحب ندوی، مولوی مقبول اختر صاحب ندوی نے شرکت کی نظامت کے فرائض مولانا مجیب احمد بستوی صاحب نے انجام دیا۔

راقم سطور نے مدارس عربیہ کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ مدارس اسلامیہ اسلام کے قلعے اور ستون ہیں جہاں سے قرآن وحدیث کی روشنی مسلمانوں کو ملتی ہے ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں اور ان کی خدمت کرنے والے لوگوں کو حقیر مت سمجھیے ان کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت بڑی عزت ہے۔ ان کا مرتبہ اللہ کے نزدیک سب سے بلند ہے۔ بلکہ ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے والدین کا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے لہٰذا مسلمانوں کو ان کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔

مولانا محمد طارق صاحب ندوی نے اپنی تقریر میں کہا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ دنیاوی وعصری تعلیم پر دینی اور اسلامی تعلیم کو مقدم رکھیں کہ اسی پر آخرت کی کامیابی اور دنیاوی معاملات کی بھی درستگی کا دارومدار ہے یہ مدارس اسلامیہ دین ومذہب کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اگر یہ نہ رہیں گے تو اس ملک میں ہمارا وجود اور اسلامی تشخص بھی برقرار رہنا مشکل ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ گاؤں گاؤں قریہ قریہ مدارس ومکاتب کا جال بچھادیں، قال اللہ، وقال الرسول کی صدائیں انھیں مدارس اسلامیہ سے بلند کریں تاکہ ان کے اثر سے دنیاوی علوم بھی مفید بن جائیں اور ان علوم کے حاصل کرنے والوں میں دوسروں کو فائدہ پہونچانے کا حوصلہ اور شوق پیدا ہو اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر استقامت، علماء کرام کی عزت اور مدارس اسلامیہ کی قدر اور تعاون نصیب فرمائے۔ (آمین)

بقیہ سچی محبت

(اے مخاطب! تو اللہ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور اس سے محبت کا دعویٰ بھی خدا کی قسم یہ تو عجیب وغریب اور انوکھی بات ہے، اگر تجھے واقعی اللہ (اور اس کے رسول) کی سچی محبت ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا، کیونکہ ہر محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے)

آیئے! ہم سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول کی سچی محبت نصیب فرما۔ اس کے نتیجے میں ہمیں اپنا اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا پکا فرمانبردار بنا، اور ایسے تمام کاموں سے بچا جن سے ان کی ناراضگی کا خطرہ ہو۔

آمین یارب العلمین۔

بقیہ :- درسِ حدیث

علیہ یوم القیامۃ" جلال الدین سیوطی اور مسندی نے نسائی کی شرح میں وضاحت اس طرح کی ہے کہ اگر صاحب مال اپنے مال میں سے یتیم کو دیتا ہے (یعنی حلال کمائی میں سے) جس سے معلوم ہوا افضل مال میں دو صورتوں کا پایا جانا ضروری ہے کہ جائز طرح سے حاصل کیا جائے اور صحیح جگہ پر خرچ کیا جائے، ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی اگر نہ پائی گئی تو مال نقصان دہ ہوگا۔

حدیث میں غلط طریقہ سے مال حاصل کرنے کا ذکر تو ہے لیکن اس کے ساتھ اس مال کو راہ خیر میں خرچ کا ذکر نہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو مال ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جاتا ہے اس کو راہ خیر میں خرچ کی توفیق ملتی ہی نہیں۔ صحیح جگہوں پر خرچ کی توفیق اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب مال جائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو۔

آپ کا ارشاد اس بات پر ختم ہوتا ہے کہ مال دنیا میں رائج جائز طریقوں سے حاصل کیا جائے (خواہ وہ تجارت وکاروبار کی صورت سے ہو یا ملازمت کی) ہر جگہ امانت ودیانت اور شرعی اصولوں کا خیال رکھا جائے تب یہ مال مبارک ہوگا جس کا منشا ومطالبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے تاکہ یہ شخص ان متقیوں میں شامل ہوجائے جن کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے: " الٓمّٓ ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدیً للمتقین ہ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون " الم۔ یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلام خدا ہے خدا سے) ڈرنے والوں کی رہنمائی ہے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اس مال میں سے مسکینوں، یتیموں اور مسافروں پر خرچ کرتا ہے۔ رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اس مال کے ذریعہ جہاد کی کارروائیوں میں حصہ لیتا ہے، امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات میں شریک ہوتا ہے، اس طرح اس کے مال کی برکت تمام نیک کاموں میں ظاہر ہوتی ہے، لیکن جو شخص غلط طریقوں سے مال حاصل کرتا ہے اس کو کبھی نہ سکون نصیب ہوتا ہے نہ مال سے دل بھرتا ہے (بلکہ مزید حرص بڑھتی جاتی ہے) یہ مال دنیا میں بھی اس کے لئے وبال جان بن جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے خلاف گواہی دے گا، وہاں مال خود بولے گا اور کہے گا کہ یہ فلاں کے حق کا ہے، اور یہ ناجائز طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے، ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ازد" کے قبیلہ نامی ایک شخص کو عامل بنایا (یعنی زکوٰۃ وغیرہ کی وصولی پر مقرر کیا) وہ جب وصولی کے بعد واپس ہوا تو حاصل شدہ کچھ مال تو بیت المال میں داخل کیا اور کچھ یہ کہہ کر اپنے پاس رکھا کہ یہ ہم کو ہدیہ کیا گیا ہے۔ اس کی بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا کہ دیکھتا اس کو ہدیہ کیا جاتا ہے، خدا کی قسم جو شخص بھی اس (مال صدقہ) میں سے کچھ لے گا، قیامت کے دن اس کو اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا، اونٹ ہوگا تو وہ بلبلا رہا ہوگا، بیل ہوگا تو ڈکار رہا ہوگا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور تین بار فرمایا: اے اللہ میں نے پہونچا دیا۔ [1]

حدیث کا فقہی پہلو

۱۔ علماء سلف وخلف میں سے جنھوں نے آیت کریمہ (خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم) ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کرو اس سے تم ان کو ظاہر میں بھی پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا ان کے لئے موجب تسکین ہے (سورہ توبہ) میں صدقے سے مراد زکوٰۃ لیا ہے حدیث شریف اس آیت کی اس طرح وضاحت کرتی ہے کہ یہ مال بڑا دلکش ومیٹھا ہے۔ کیا خوب ہے وہ مسلمان جو اس مال میں سے مسکین ویتیم کو دیتا ہے مسافر کی مدد کرتا ہے

۲۔ فقیر کو اس کی ضرورت بھر کا مال دینا چاہیئے اس معاملہ میں قریب ترین مذہب یہ ہے کہ محتاج کو اتنا دیا جائے جو اس کے فقر کی تنگی کو دور کردے، اور فاقہ کے راستوں کو ختم کردے۔

۳۔ مال کا تتبع کرنا حرام نہیں ہے لیکن اس کو بڑھانا اعتدال اور اقتصادی تقاضوں سے آگے نکل جانا روح اسلام کے خلاف ہے۔

موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال دراصل اللہ تعالیٰ کی امانت ہے مال کا مالک اور اس کا حاصل کرنے والا وکیل یا امین کی حیثیت رکھتا ہے یہ اس مال کو خرچ کرنے میں آزاد نہیں کہ جہاں چاہے خرچ کرے۔ بلکہ مال کے اصلی مالک کا پابند اور تابع ہے اس کے حکم واشارہ کے مطابق خرچ کرے گا، اور یہ کہ مالک اللہ ہے جو بندوں کا خالق وپالنہار ہے۔ "کیا خوب ہے وہ بندۂ مومن جو اس مال میں سے مسکینوں، یتیموں اور مسافروں پر خرچ کرتا ہے"

۲۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو مال ناجائز طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی، لہٰذا کمانے کے سلسلہ میں سنت اور شریعت کے اصولوں کو اپنانا چاہیئے خواہ وہ کمائی کا جو بھی ذریعہ ہو حرفہ پیشہ، تجارت وکاروبار، ملازمت وغیرہ

[1] بخاری ج ۱

۳۔ حدیث یہ بھی بتاتی ہے کہ مال ایک امتحان و آزمائش ہے لہٰذا بندۂ مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے کمانے میں اتنا منہمک ہو جائے کہ اس کے کمانے و خرچ کرنے میں اعتدال و توازن کا دامن چھوڑ دے، اور اسی کا ہو رہے، ہوشیار و چوکنا رہے کہ کہیں اس کے فتنہ و آزمائش میں نہ پڑ جائے، جو اس کے لئے باعثِ خیر و برکت ہو سکتا تھا، وہ اس کو لالچ و دنیاداری کے راستوں اور صورتوں سے پاک رکھے، اظہارِ شان و شوکت و دکھاوے اور تکبر سے دور رہے۔

۴۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عوام کی سمجھ میں آنے کے لئے معمولی چیزوں کی مثال دی جا سکتی ہے، تاکہ داعی اپنی بات سہولت و آسانی کے ساتھ دلوں میں اتار سکے اور ذہنوں میں بٹھا سکے۔

۵۔ حدیث سے یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ اگر کسی عالم سے سوال کیا جائے تو وہ راسخ فی العلم ہوتے ہوئے بھی غور و فکر کے لئے جواب کو ملتوی کر دے تاکہ غور و فکر کے بعد مسئلہ کا ایسا صحیح جواب دے جو اپنے سے بھی فائق علماء سے معلوم کر لیا گیا ہو۔

۶۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقر پر کسبِ معاش کو اولیت حاصل ہے۔

۷۔ حدیث سے یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ فضول خرچی اور زیادہ کھانا اور اس کا حریص ہونا برا ہے۔ ناجائز طریقہ سے کمائی کے مال میں برکت نہیں ہوتی، اور نہ ہی اہلِ حق پر خرچ کی توفیق ملتی ہے، اس طرح وہ نامبارک ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات)

اعلانِ گمشدہ

نورِ چشم حافظ ریاض احمد تقریباً ایک سال سے اپنے گھر واقع میڈھولی رانی گنج پرتاپ گڈھ سے غائب ہیں عمر تقریباً ۱۵ سال رنگ سانولا دبلا پتلا پینٹ اور کرتا پہنے ہوئے ہے والدین بہت پریشان ہیں جن صاحب کو بھی ملیں اطلاع دینے کی زحمت کریں۔ پتہ حسب ذیل ہے:-

علی شیر خاں، جگدیش پور، میڈھولی، رانی گنج پرتاپ گڈھ یوپی ۲۲۰۲۴۲

دعائے مغفرت

وجیہ الدین گورکھپوری متعلم عالیہ ثانیہ کے والد محترم شمس الضحیٰ صاحب کا مختصر علالت کے بعد ۲۳ محرم ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۹۷ء کو گورکھپور میں انتقال ہو گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور متعلقین کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازے۔

قارئین تعمیرِ حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے،

دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا

مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام

طہورا سوئیٹس

جہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھا رہی ہیں

اسپیشل مٹھائیاں

• افلاطون • نان خطائیاں • ڈرائی فروٹ برفی
• انجیر برفی • اخروٹ برفی • ملائی برفی
• ملائی مینگو • پائناپل حلوہ • دودھی حلوہ
• گلاب جامن نیز قسم قسم کے لڈو اور مختلف قسم کی مٹھائیاں۔

۲۲۵/۴۵، بلاسس روڈ، ناگپاڑہ جنکشن، بمبئی ۸
فون نمبر:- ۳۰۸۴۷۶۳ - ۳۰۹۱۳۱۸

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون:- ۳۴۴۴۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجرانِ عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی ——— آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی — کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی — گل برانداز ہے خونِ شہدا کی لالی
رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

اسی گلشنِ ہستی میں خمِ چیدہ بھی ہیں — اور محرومِ مئے بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں
سیکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں — سیکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا — تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا — غیرِ یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا
نخلِ شمع اسی دوری شعلہ دو دریشہ تو
عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ تو

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے — نشہ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے — پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتیٔ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نوراتِ ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا — غافلوں کے لئے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے، یہ ساماں ہے دل آزاری کا — امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا
کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعداء سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعداء سے

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری — ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری — کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

مثلِ بو قید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا — رختِ بردوش ہوائے چمستاں ہو جا
ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہو جا — نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو — بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے — بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے — اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لکَ ذکرک دیکھے

مردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا — وہ تمہارے شہدا پالنے والی دنیا
گرمیِ مہر کی پروردہ ہلالی دنیا — عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری — مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری — تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں